هدایت الطالبین

از

حضرت مولانا شاہ ابوسعید فاروقی مجدّدی قدس سرہ

مع اردو ترجمہ

٧٨٦

ہدایۃ الطالبین و مرقاۃ السالکین

از

قطب الاقطاب قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین حضرت مولانا حافظ
قاری شاہ ابو سعید فاروقی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ

ترجمہ باسمہائے تاریخی

"جواہرِ مظہریّہ" و "مظاہرِ زوّاریّہ"
١٣٧٥ھ ١٣٧٥ھ

مرتبہ و مترجمہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب

ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ

صدر شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی۔ حیدرآباد

باہتمام

ادارۂ مجددیہ

۵/۲۔ ایچ۔ ناظم آباد ٣۔ کراچی ١٨

فہرست مضامین رسالہ ہدایت الطالبین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

بعد حمد و صلوٰۃ عرض ہے کہ عمدۃ السالکین و زبدۃ العارفین وسیلتنا و شیخنا حضرت مولانا حافظ الحاج سید زوّار حسین شاہ صاحب دامت برکاتہٗ اور برادرِ طریقت عبدالرزاق صاحب زواری کے ساتھ یہ عاجز ہندوستان کے مختلف مقامات کا دَورہ کرتا ہوا پنجشنبہ ۲۶ ذیقعدہ تا ۳۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۵ھ (۵ - ۹ جولائی سنہ ۱۹۵۶ء) دہلی میں مقیم رہا اور مختلف اکابرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت شہید میرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ کی طرف سے کچھ ارشاد گرامی ہوا چنانچہ بحمداللہ حضرت شاہ ابوسعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس فارسی رسالے کی اشاعت اس عاجز کے نصیب میں آئی۔ کاش یہ ناچیز سعی، بارگاہِ ایزدی اور دربارِ مظہری میں مشکور و منظور ہو کر اس عاجز کے لئے سرمایۂ اخروی بن جائے۔

اس سفرِ مبارک کی یادگار میں یہ رسالہ "جواہرِ مظہریہ" (۱۳۷۵ھ) اور "مظاہرِ زوّاریہ" (۱۳۷۵ھ) ترجمہ کے تاریخی ناموں کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ ایک مرتبہ سنہ ۱۲۳۰ھ کے کچھ بعد یہ رسالہ مرتب ہوا تھا

اور غالباً دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔

رسالہ کے مصنف حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت امام ربانی مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک اس طرح ہے :۔ حضرت شاہ ابوسعید بن حضرت صفی القدر بن عزیز القدر بن حضرت محمد عیسیٰ بن حضرت شیخ سیف الدین بن حضرت محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ رامپور میں یکم ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو پیدا ہوئے ع "حافظ و عالم و ولی بادا" (۱۱۹۶) تاریخِ ولادت ہے۔ حفظِ قرآن مجید و مشق تجوید و تحصیلِ علوم سے فارغ ہو کر آپ نے رامپور میں حضرت مولانا شاہ فیض بخش المعروف شاہ درگاہی قدس سرہٗ (م ۱۲۰۹ھ) سے خاندانِ مجددیہ زبیریہ میں اجازت اور خلافت حاصل کی۔ پھر جیسا کہ ہدایت الطالبین سے معلوم ہوتا ہے دہلی میں ۷ محرم الحرام ۱۲۲۵ھ کو حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ سے رجوع کیا اور ابتدائی توجہ میں مراقبۂ احدیت و معیت تک سلوک طے کیا۔ پھر اسی سال ۱۵ جمادی الآخر کو مراقبۂ اسم الباطن تک پہنچ کر خلافت حاصل کی اور حضرت قدس سرہٗ کی ایک ہی نظر میں قادریہ اور چشتیہ نسبتیں بھی حاصل ہوئیں، بلکہ ان سلسلوں کے اکابر رحمۃ اللہ علیہم کی زیارت بھی پہلی توجہ میں حاصل ہوئی۔ پھر ماہ صفر ۱۲۳۰ھ میں حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کی ضمنیت بھی حاصل ہوئی اور نقشبندی سلوک کی پوری تکمیل ہوئی۔ آپ کے خالہ زاد بھائی مولانا رؤف احمد علیہ الرحمہ نے "جواہرِ علویہ" میں آپ ہی کو حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ (م ۱۲۴۰ھ) کا قائم مقام اور سجادہ نشین لکھا ہے۔ سفرِ حج سے واپسی پر عین عید الفطر کے دن ۱۲۵۰ھ کو ٹونک میں رحلت فرمائی، لیکن جسدِ اطہر دہلی میں پیر و مرشد کے پہلو میں

آسودہ ہے۔ مادۂ تاریخ ہے: ع "ستونِ محکم دینِ نبیؐ فتادہ زپا"

آپ کا سلسلۂ طریقت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ (۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ) کے بعد اس طرح ہے:- (۱) حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے فرزندِ ثالث حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ) — (۲) ان کے فرزند حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (۲۰ جمادی الآخر ۱۰۹۶ھ) — (۳) حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱ ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ) آپ نے کچھ دنوں حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض حاصل کیا تھا جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے — (۴) حضرت شمس الدین حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (شبِ عاشورہ ۱۱۹۵ھ) — (۵) حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ) — (۶) حضرت شیخ ابو سعید زکی القدر رحمۃ اللہ علیہ (یکم شوال ۱۲۵۰ھ) مصنف رسالہ ہذا

آپ کے بعد مترجم آثم تک سلسلہ یوں آتا ہے:- (۱) آپ کے فرزند حضرت شیخ احمد سعید مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ) —

(۲) حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۲ شوال ۱۲۸۴ھ) —

(۳) حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲ شعبان ۱۳۱۴ھ) —

(۴) ان کے فرزند خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ) —

(۵) حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ (یکم رمضان ۱۳۵۴ھ) —

(۶) حضرت خواجہ محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ) —

(۷) حضرت سیدی و مرشدی مولانا حافظ حاجی سید زوار حسین شاہ صاحب دامت برکاتہ

طبع ثانی یہ رسالہ مع اردو ترجمہ ۱۹۵۰ء میں پیش کیا گیا تھا جو اپنی طباعت کی کمزوریوں کے باوجود بحمداللہ بہت مقبول ہوا اور جلد ہی ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ افغانستان اور یورپ سے بھی اس کی فرمائش آئی۔ یہ سب ہمارے بزرگوں کی توجہات اور دعاؤں کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اب ملک کے طول و عرض سے اس کے لئے پھر فرمائشیں ہو رہی ہیں اس لئے دوبارہ اس کی اشاعت کی سعادت "ادارۂ مجددیہ" (ناظم آباد، کراچی) کو حاصل ہو رہی ہے اور بقول حافظؒ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت مولانا زید ابوالحسن صاحب فاروقی مدظلہ (خانقاہ مظہریہ، چتلی قبر دہلی) نے پہلے ایڈیشن کی اشاعت کے وقت اپنے قلمی نسخے سے اس رسالہ کا "مقدمہ" اور "خاتمہ" بھی نقل فرما کر مرحمت فرمایا تھا اور وہ ہم نے کتاب کے آخر میں بلا ترجمہ شامل کر دیا تھا کیونکہ اس کے مرتب کا ہم کو علم نہ ہو سکا تھا اب بھی یہ دونوں تحریریں اسی لئے کتاب کے آخر میں شائع کی جا رہی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

ناچیز

غلام مصطفیٰ خاں

۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝
لَہُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ط

برکفے جامِ شریعت برکفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام وسنداں باختن

بعد از حمد وصلوٰۃ کمینۂ درویشاں بلکہ ننگ وعارِ ایشاں ابوسعید مُجَدِّدِیْ[1] دہلوی نَسَبًا وَطَرِیْقَۃً عُفِیَ عَنْہُ وَکَانَ اللّٰہُ لَہٗ عِوَضًا عَنْ کُلِّ شَیْئٍ[2] واضح می نماید، کہ بعضے یارانِ طریقہ کہ لِلّٰہ فی اللہ جلیسِ صحبت بودند، متصدّع گردیدند، کہ آنچہ در راہِ سلوک اسرار و واردات بر تو وارد شدہ اند، وبتوجہ مشائخ کرام دریں راہ کَشْفًا وَّوِجْدَانًا دریافتۂ واذکار ومراقبات کہ در ہر مقام بعمل آوردۂ برائے ما بنویس کہ آنرا سند خود دانستہ موافق

[1] امانسباً فالشیخ ابوسعید قدس سرہ ابن الشیخ صفی القدر وہو ابن الشیخ عزیز القدر وہو ابن الشیخ محمد عیسیٰ وہو ابن الشیخ سیف الدین وہو ابن الشیخ محمد معصوم وہو ابن الشیخ احمد سرہندی الملقب بالمجدد للالف الثانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم، واما طریقۃ فالشیخ ابوسعید اخذہا عن الشیخ غلام علی وہو اخذہا عن الشیخ میرزا مظہر جان جاناں عن الشیخ السید نور محمد البدایونی عن الشیخ سیف الدین عن الشیخ محمد معصوم عن الشیخ احمد السرہندی رحمہم اللہ تعالیٰ وافاض علینا من برکاتہم آمین یارب العالمین۔

[2] لِکُلِّ شَیْئٍ اِذَا فَارَقْتَہٗ عِوَضٌ وَلَیْسَ لِلّٰہِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(ترجمہ) یادرکھو! جو خاصانِ خدا ہیں ان کو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
(یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ان کے لئے خوشخبری ہے
دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

جامِ شرع اک ہاتھ میں سندانِ عشق اک ہاتھ میں
ایسی بازی تجھ سے اے اہلِ ہوس ممکن نہیں

حمد وصلوٰۃ کے بعد درویشوں میں سب سے زیادہ حقیر بلکہ ان کیلئے باعثِ ننگ یہ ابوسعیدؒ جو نسب اور طریقت میں مجددی ہے، اس کے قصور معاف ہوں اور ہر چیز کے عوض اس کو خدائے تعالیٰ ہی ملے، واضح کرتا ہے کہ بعض یارانِ طریقت نے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے میرے ساتھ رہتے تھے اصرار کیا کہ جو کچھ راہِ سلوک میں اسرار اور واردات آپ پر وارد ہوئے ہیں اور مشائخِ کرامؒ کی توجہ سے اس راہ میں کشف یا وجدان سے معلوم ہوا ہے، نیز ہر مقام پر جو اذکار و مراقبات آپ کے عمل میں آئے ہیں وہ سب ہمارے لئے تحریر فرمادیں، تاکہ ہم اُسے اپنے لئے سند سمجھ کر اپنا معمول بھی اسی کے مطابق بنالیں۔

فقیر نے کہا کہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ

آں معمول خود سازیم، حقیر گفت کہ مکتوباتِ قدسی آیاتِ امامِ ربّانی
مجدّدِ الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ وکلامِ فرزندانِ آنحضرتؒ
کہ بتفصیل تمام از مسائل واسرارِ جمیع اقسام مستغنی فرمائے ہر خاص وعام
است، وہمچنیں باوجودِ اختصار وایجاز رسائل قطب الاقطاب
حضرت پیرِ دستگیرِ ماؒ[1] کہ در نصائح وبیانِ طریقہ تحریر یافتہ برائے طالبانِ
راہِ یقین کافی اند وبندہ راباایں ہمہ عدم لیاقت کہ حاصل روزگارِ خود
دارد، دریں راہ چیزے نگاشتن تحصیل حاصل است چونکہ آں مخلصاں
راباایں کمترین حسنِ ظنے بمیاں بود ہرگز از سوالِ خود باز نماندند وگفتند،
کہ ہر کسے را بوقتِ رخصت از مشائخِ خود تبرّکے عنایت میشود ماکہ
باوطانِ خود باز گردیم، ہمیں تحریر ترا تبرکِ خود سازیم۔ ہرچند از باعثِ
عدمِ فرصت بلیت ولعل می پرداختم لیکن از سوالِ ایشاں چارہ نداشتم،
چونکہ از اتفاقاتِ زمانہ واردِ بلدۂ لکھنؤ گردیدم، فی الجملہ فرصتے دست داد۔
لہذا باوجود نااہلی خود از اجابتِ مسئول چارہ ندیدم۔ وآنچہ دریں راہ
بتوجہ پیرانِ کبار بریں خاکسار ورود یافتہ۔ اظہاراً للشکر[2] کہ ماموربہ است
تحریر نمودہ میشود۔ لیکن باید دانست کہ آنچہ دریں رسالہ تحریر یافتہ،
از واردات وکشوفِ خود کہ از فضلِ الٰہی وتوجہ حضرت پیرِ دستگیرؒ کہ عنقریب
تامِ نامی آنحضرتؒ ذکر می یابد، ایں ذرۂ بمیقدار را عنایت گردیدہ، قلمی میگردد۔

---

[1] یعنی صاحبِ کمالاتِ سنیہ ومقاماتِ رفیعہ حضرت خواجہ عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی رحمہ اللہ

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (رواہ احمد والترمذی)۔

کے پاکیزہ مکتوبات اور ان کے صاحبزادوں کی تصانیف سے ہر خاص و عام
پوری طرح تمام مسائل و اسرار سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے اور اسی طرح ہمارے
پیر دستگیر قطب الاقطابؒ کے رسائل جو ہمارے طریقے کے متعلق ہیں اور ان میں نصائح
بھی ہیں راہِ یقین کے طالبوں کے لئے "کافی ہیں، اس لئے اس عاجز کا اپنی عدم لیاقت
کے باوجود اس باب میں کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے، لیکن وہ مخلص حضرات اپنے
حسنِ ظن کی وجہ سے اپنے سوال سے باز نہ آئے اور کہا کہ ہر شخص کو رخصت کے
وقت اپنے مشائخ سے کچھ نہ کچھ تبرک عنایت ہوتا ہی ہے، ہم بھی جب اپنے وطن
جائیں گے تو اپنے لئے آپ کی یہ تحریر تبرک بنائیں گے۔ ہر چند میں نے عدم فرصت
کی وجہ سے لیت و لعل سے کام لیا لیکن ان کے سوال کے آگے کوئی چارہ نظر نہ آیا
بالآخر اتفاقاتِ زمانہ سے مجھے لکھنؤ جانا پڑا تو کسی قدر فرصت نکل آئی۔ چنانچہ
اپنی نااہلیت کے باوجود اُن کی فرمائش کو پورا کرنا پڑا اور جو کچھ کہ اس راہ میں
پیرانِ کبارؒ کی توجہ سے اس خاکسار پر وارد ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے شکر کے
اظہار کے لئے (کہ اس کا حکم بھی ہوا ہے) لکھنا پڑا۔

لیکن جاننا چاہئے کہ جو کچھ اس رسالہ میں تحریر ہوا ہے وہ ان واردات
اور مکشوفات کی بنا پر ہے جو اس ذرۂ بے مقدار پر محض فضلِ الٰہی سے اور اپنے
پیر دستگیرؒ کی توجہ سے (کہ جن کا نامِ نامی ابھی آتا ہے) ہوئے ہیں۔ مگر بعض
مقامات پر تفصیل بھی عرض کی ہے تو وہ اپنی معلومات کی بنا پر ہے یا (بزرگوں سے
سُن کر عرض کی ہے محض (کورانہ) تقلید یا علمی اکتساب نہیں ہے۔ اور اس پر گواہی کو
اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی مجھ کو کافی ہے اور وہی بہت اچھا کارساز ہے۔

مگر در بعضے جاہا کہ تفصیلے و تطویلے کردہ ام، از معلومات و مسموعات نیز تحریر یافتہ است، و از تقلیدِ صرف و دریافتِ علمی محض نہ فہمند، وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا أَوْ هُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔

چونکہ عنایتِ ازلی شاملِ حالِ ایں فقیر گردید، بتاریخ ہفتم ماہ محرم الحرام ابتدائے سنہ یکہزار و دو صد و بست و پنج ۱۲۲۵ از ہجرتِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در حضرتِ دہلی بقدمبوسیِ حضرتِ قطب الاقطاب غوث الشیخ پیر والشباب جوان مجدد مِائَةِ ثَلٰثَةَ عَشَرَ ۱۳۰۰ نائبِ حضرتِ خیر البشر خلیفۂ خدا مروج شریعتِ مصطفٰے کہ لقب آنحضرت از حضرت خاتمیت عبد اللہ است واسمِ سامی ایشاں از جناب حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ علی است، المشتہر فی الآفاق حضرت غلام علی الدہلوی الاحمدی أَفَاضَ اللّٰهُ إِفَاضَتَهٗ عَلٰى مَفَارِقِ الطَّالِبِيْنَ بر سرہائے مشرف گردید، نوازش فرمودہ قبولش کردند، و بشغلِ اسمِ ذات و نفی و اثبات و مراقبۂ احدیت و معیت امر فرمودند و توجہات برلطائفِ خمسہ عالمِ امر نمودند، در چند روز لطائف را جذباتِ الٰہیہ دررسید و ایں لطائف را سیر بطرفِ اصول خودہا کہ فوقِ عرشِ مجید اند، و بلا امکانیت تعلق دارند، واقع شد، وفنائے جذبہ کہ عبارت از عدمیت ست، حاصل گردید، و سیرِ دائرہ امکان[1] تمام نمودہ، باصل اصولِ خود کہ در دائرہ ولایتِ صغریٰ است عروج فرمودند، وفنا و بقا در انجا نیز حاصل گشت وانوار و اسرار ایں ہر دو دائرہ[2] موافق استعدادش فائض گردید۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ چوں سیر ایں دو دائرہ مرقوم گردید، لازم آمد کہ چیزے تفصیل در بیانِ لطائف عشرہ نمودہ شود۔

---

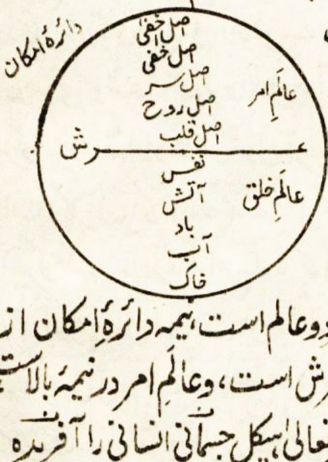
[1] بدانکہ تعبیر از مقامات و درجات قرب کہ بکشف صحیح و معاینہ صریح دیدہ اند، بدائرہ مناسب یافتہ اندکہ آں مقاماتِ بےجہت و بیچون است و دائرہ ہم بے جہت است۔ [2] یعنی دائرہ امکان و دائرہ ولایتِ صغریٰ۔

ترجمہ

چونکہ ازلی عنایت اس فقیر کے شامل حال تھی اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے سنہ ۱۲۲۵ھ میں ۷ محرم الحرام کو دہلی میں قطب الاقطاب شیخ و شاب کے غوث، تیرہویں صدی کے مجدد، نائب حضرت خیر البشر خلیفۂ خدا، مروّج شریعتِ غرّا المشتہر فی الآفاق کہ لقب مبارک ان کا حضرت خاتمیت سے عبداللہ ہے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علی ہے، جناب حضرت غلام علی شاہ دہلوی مجددی (اللہ تعالیٰ طالبانِ راہِ حق کے سر پر ان کا سایہ قائم و دائم رکھے) کی قدمبوسی کا شرف مجھ کو حاصل ہوا، آپ نے بڑی نوازش فرمائی کہ اس فقیر کو اپنے حلقۂ ارادت میں قبول فرمایا، اور اسم ذات (اللّٰہ) اور نفی و اثبات (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) کے شغل کا اور نیز احدیّت و معیّت کے مراقبہ کا فقیر کو حکم دیا۔ اور عالم امر کے پانچوں لطائف کے لئے توجہ فرمائی، چند ہی روز میں ان لطائف میں جذباتِ الٰہیہ حاصل ہوئے اور ان لطائف کو اپنے اصول کی جانب سیر حاصل ہوئی جو کہ عرش مجید کے اوپر ہے، اور لامکانیت کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں اور فنائے جذبہ بھی حاصل ہوا جو عدم سے عبارت ہے پھر دائرہ امکان کی سیر مکمل کر کے اس کے اصل کی طرف عروج کیا جو دائرۂ ولایتِ صغریٰ میں ہے اس مقام پر بھی فنا اور بقا حاصل ہوئی اور ان دونوں دائروں کے انوار و اسرار اپنی استعداد کے مطابق حاصل ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے لئے سب تعریف ہے۔ چونکہ ان دونوں دائروں کی سیر کا ذکر ہوا اس لئے لازم ہے کہ لطائفِ عشرہ کے متعلق کچھ تفصیل پیش کر دی جائے۔

فصل: در بیان لطائف عشرہ و مشغولی آں

بدانکہ حضرت امام ربّانی اعنی مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و تابعانِ ایشاں تحقیق فرمودہ اند، کہ انسان مرکب از دہ لطیفہ است پنج از عالَم امرِ و پنج از عالَم خلق، آں پنج کہ از عالِم امر اند قلب و روح و سِرّ و خفی و اخفیٰ است، و لطائف عالَم خلق لطیفۂ نفس و عناصرِ اربع[1] است، و عالَم امر آنرا گویند کہ بمجرّد امرِ کن بظہور آمدہ است، و عالَم خلق آنرا گویند کہ بتدریج مخلوق



گردیدہ، و دائرہ امکان متضمن ایں ہر دو عالَم است، نیمہ دائرۂ امکان از عرش تا ثریٰ است و نیمۂ آں بالائے عرش است، و عالِم امر در نیمۂ بالا است و عالِم خلق زیرِ عرش است، چونکہ اللہ تعالیٰ ہیکلِ جسمانی انسانی را آفریدہ لطائف عالِم امر را بمواضع چند از جسمِ انسان تعلقے و تعشقے بخشید۔ قلب[2] را زیرِ پستانِ چپ بفاصلۂ دو انگشت مائل بہ پہلو، و روح را زیرِ پستان راست بفاصلہ دو انگشت و سِرّ را برابر پستانِ چپ بفاصلہ دو انگشت بطرفِ سینہ و خفی را برابر پستانِ راست بفاصلہ دو انگشت بطرف سینہ و اخفیٰ را در وسطِ سینہ تعلق بخشید۔ حتی کہ ایں لطائف

---

[1] از آب و آتش و باد و خاک۔ [2] یعنی بایں نہج کہ قلب را الخ

فصل: دس لطیفوں اور ان کی مشغولی کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے متبعین نے تحقیق فرمائی ہے کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ عالم امر کے اور پانچ عالم خلق سے ہیں۔ عالم امر کے پانچ یہ ہیں، قلب۱، روح۲، سر۳، خفی۴، اور اخفی۵۔ اور عالمِ خلق کے پانچ لطائف یہ ہیں: لطیفہ نفس۱ اور عناصرِ اربعہ (آگ۲، ہوا۳، پانی۴، خاک۵)۔ عالم امر اس لئے کہتے ہیں کہ محض "کن" کے امر سے ظہور میں آیا ہے اور عالمِ خلق بتدریج پیدا ہوا ہے اور دائرہ امکان ان دونوں عالم کو ملاتا ہے۔ دائرہ امکان کا زیریں نصف حصہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہے اور اس کا دوسرا بالائی نصف حصہ عرش سے بالا بالا ہے اور عالمِ امر اوپر کے نصف حصہ میں ہے اور عالمِ خلق عرش کے نیچے نصف حصہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب ہیکلِ جسمانی انسانی (شکل وصورت) کو پیدا فرمایا تو عالمِ امر کے لطائف کو جسمِ انسانی کے چند مقامات سے تعلق اور لگاؤ پیدا کر دیا قلب بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر پہلو کی طرف مائل ہے۔ روح دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے سر قلب کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر سینے کی طرف ہے۔ خفی روح کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر ہے اور اخفی کا عین سینے کے درمیان تعلق فرمایا۔ حتیٰ کہ ان لطائف نے خود کو اور اپنی اصل کو فراموش کر دیا اور اس

خود را و اصلِ خود را کہ انوارِ مجردہ بودند، فراموش ساختہ بایں پیکرِ جسمانی ظلمانی در ساختند، و تعشق خود را بایں ظلمت کدہ در باختند، عارف رومیؒ می فرماید۔ مثنوی :

پا بہ آخرِ آدم ست و آدمی — گشت محروم از مقامِ محرمی

گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر — نیست از وے ہیچ کس محروم تر

چوں عنایت بے غایت حضرت حق سبحانہ شاملِ حالِ بندہ میشود، او را بخدمتِ دوستے از دوستان خود می رساند، آں بزرگ او را بریاضات و مجاہدات امر فرمودہ، تزکیہ و تصفیۂ باطنش میفرماید و بکثرت اذکار و افکار لطائفش را بسوئے اصولِ خود متوجہ میگرداند، چونکہ ہمتِ طلّاب دریں وقت قاصر افتاد۔ پیرانِ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اوّلاً طالب را بطریقِ ذکر امر میفرمایند، و بجائے ریاضات و مجاہداتِ شاقّہ بتوسط در عبادات و اعمال حکم می نمایند، و حدِ اعتدال را در جمیع اوقات و احوال مرعی می دارند، و توجہاتِ خود را کہ چندار یعین برابر یکے ازاں نمی تواند شد، ہر روز بطریقِ سبق در حقِ طالب بکار می برند۔ بیت

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظرِ شمس دیں — سخرہ کند بر دُھہ[1] و طعنہ زند بر چلہ

و طالبان را باتباعِ سنت و اجتناب از بدعت امرے[2] فرمایند و مہما امکن عمل برخصت در حق او تجویز نمی نمایند، لہذا ذکرِ خفی را در طریقۂ خود اختیار

---

[1] قولہ بردھہ یعنی خلوت دہ شبانہ روز و قولہ چلہ یعنی خلوت چہل شبانہ روزہ۔

[2] بلکہ امر بعزیمت مے فرمایند۔

ترجمہ

انسانی تاریک جسم سے میل کرلیا اور اپنا لگاؤ اس ظلمت کدہ سے پیدا کرلیا۔
عارف رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ۔ مثنوی

آخری منزل ہے خود آدم مگر ہو گیا محروم گر ہے بے خبر
اس سفر سے اسکی گر رجعت نہیں اس سے بڑھ کر کوئی بد قسمت نہیں

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت بے غایت کسی بندہ کے شامل حال ہوتی ہے تو وہ اُسے اپنے دوستوں میں سے کسی ایک دوست کی خدمت میں بھیج دیتا ہے اور وہ بزرگ ریاضات و مجاہدات کا حکم دیکر اس کے باطن کا تزکیہ اور تصفیہ کرتا ہے اور اذکار و افکار کی کثرت سے اس کے لطائف کو ان کی اصل کی طرف رجوع کرا دیتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں اللہ سے لَو لگانے والوں کی کمی ہو گئی ہے اس لئے نقشبندیہ بزرگ رحمہ اللہ علیہم ایسے طالب کو پہلے ذکر کا طریقہ سکھاتے ہیں اور بجائے ریاضات و مجاہداتِ شاقہ کے عبادات و اعمال کا حکم فرماتے ہیں اور تمام حالات میں حد اعتدال کو قائم رکھتے ہیں اور اپنی توجہات کو (دوسروں کی کئی چلہ کشیاں توجہات بھی ان کی ایک توجہ کے برابر نہیں ہوتیں) ہر روز سبق کے طریقے پر طالب کے حق میں مبذول فرماتے ہیں بیت

تبریز کی جو ایک نظر میں مجھے ملا چلّے پہ اور دَہے پہ بھی وہ طعنہ زن ہوا

اور طالبوں کو سنت کی اتباع اور بدعت کے اجتناب سے حکم فرماتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان کے حق میں رخصت پر عمل کی تجویز نہیں فرماتے اسی لئے ان بزرگوں نے ذکرِ خفی کو اپنا طریقہ اختیار فرمایا کیونکہ حدیث شریف کے مطابق اس ذکر کی فضیلت ذکر جہر پر ستّر درجہ ثابت ہے۔ اس ذکر میں تین اشغال ہیں۔

فرمودہ اند، کہ در حدیثِ شریف ہفتاد درجہ فضل[1] آں بر ذکرِ جہر ثابت است و دریں طریقہ سہ اشغال معمول ست۔

بیانِ اشتغال سہ گانہ نقشبندیہ

شغل اول ذکرست، اسمِ ذات باشد، و یا نفی و اثبات۔ اوّلا طالب را بذکر اسمِ ذات امر می فرمایند، طریقش آنست کہ طالب را باید کہ اول قلبِ خود را از جمیعِ خطرات و حدیث النّفس تہی کند و اندیشۂ گذشتہ و آئندہ را از قلبِ خود نفی فرماید و برائے رفع خواطر التجا و تضرع بجناب حضرت حق سبحانہ نماید، و تصور صورتِ بزرگے کہ از و تلقینِ ذکر یافتہ، مقابلِ دل یا درونِ دل نگاہداشتن برائے رفع خواطر اثرے تمام دارد۔

ذکر رابطہ و تصور صورت شیخ

و ہمیں تصور صورتِ شیخ را ذکر رابطہ می گویند بعد ازاں مشغول بذکر شود۔ لیکن وقوفِ قلبی را رعایت فرماید کہ ذکر تنہا بے نگاہداشتِ خواطر و بے وقوفِ قلبی فائدہ نمی بخشد، و داخلِ حدیث النفس ست، امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقوفِ عددی را چنداں لازم نمی شمردند۔ و وقوفِ قلبی را از شرائط و واجبات می فرمودند، و وقوفِ قلبی عبارت است از توجہ طالب بسوئے دلِ خود و توجہ دل بسوے ذاتِ الٰہی کہ مسمی اسم مبارک

---

[1] فقد اخرج ابو یعلی الموصلی فی مسندہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یفضل الذکر الخفی الذی لا یسمعہ الحفظۃ سبعون ضعفا۔ اذا کان یوم القیمۃ جمع اللہ الخلائق لحسابھم وجاءت الحفظۃ بما حفظوا وکتبوا قال لھم انظروا ھل بقی لہ من شئ فیقولون ما ترکنا شیئا مما علمناہ وحفظناہ الا وقد احصیناہ وکتبناہ فیقول اللہ ان لک عندی حسنا لا تعلمہ وانا اجزیک بہ وھو الذکر الخفی۔ ذکرہ السیوطی فی البدور السافرۃ فی احوال الاخرۃ ۱۲ مرقاۃ۔ از حواشی حصن حصین جزری۔

ترجمہ
شغل اول۔ اسمِ ذات کا ذکر ہے یا نفی و اثبات کا۔ طالب کو پہلے اسمِ ذات کے ذکر کا حکم فرماتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو پہلے اپنے قلب کو تمام خطرات سے اور نفس کے خیال سے خالی کر دینا چاہئے۔ گذرے ہوئے اور آنیوالے خیال کو بھی دل سے نکال دینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں خطرات کے دفعیہ کیلئے التجا اور تضرع کرنا چاہئے۔ جس بزرگ سے تلقینِ ذکر ہوئی ہو اُس کی صورت کا تصور اپنے دل کے اندر دل کے مقابلہ میں رکھنا خطرات کے دُور کرنے کیلئے پوری طرح مؤثر ہے۔ اور شیخ کی صورت کے اسی تصور کو ذکرِ رابطہ کہتے ہیں، اس کے بعد ذکر میں مشغول ہوجائیں لیکن وقوفِ قلبی کی رعایت رکھیں کیونکہ خطرات کو دُور کئے بغیر اور وقوفِ قلبی کے بغیر تنہا ذکر فائدہ نہیں دیتا بلکہ حدیثِ نفس میں داخل ہوجاتا ہے۔ ہمارے طریقہ کے امام حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے وقوفِ عددی کو اسقدر ضروری شمار نہیں کیا اور وقوفِ قلبی کو تو شرائط و واجبات میں سے شمار فرماتے ہیں۔ وقوفِ قلبی سے مراد طالب کی توجہ خود اپنے دل کی طرف ہے اور اپنے دل کی توجہ ذاتِ الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللہ ہے۔ پس اس ذکر میں اَور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوفِ قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے تاکہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے پھر لطیفۂ روح سے بھی اسی طرح ذکر کرے اس کے بعد لطیفۂ سِر، لطیفۂ خفی، لطیفۂ اخفی اور پھر لطیفۂ نفس سے کہ جس کا محل وسطِ پیشانی ہے اور اس کے بعد پھر تمام بدن سے ذکر کرے کہ اس کو لطیفۂ قالب کہتے ہیں اور اس قدر ذکر کرے کہ ہر رگ و پے اور رونگٹے رونگٹے سے خیال کے کان میں ذکر سنائی دے۔ اس ذکر کو ہمارے طریقہ میں سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔

وقوفِ قلبی اللہ است، پس باین ذکر و باین نگاہداشت خواطر و باین وقوفِ قلبی مشغول باید شد، تا کہ حرکتِ ذکر از دل بسمعِ خیال برسد، باز از لطیفۂ روح ہمچنین ذکر نماید باز از لطیفۂ سرّ باز از لطیفۂ خفی باز از لطیفۂ اخفیٰ باز از لطیفۂ نفس کہ محلِ آں در وسطِ پیشانی ست ذکر نماید، باز از تمام بدن کہ آنرا لطیفۂ

سلطان الاذکار قالبیہ میخوانند، این قدر ذکر نماید کہ از ہر رگ و پے و از ہر بُنِ موئے آوازِ ذکر بسمعِ خیال برسد و این ذکر را دریں طریقہ سلطان الاذکار گویند، باز ذکرِ

نفی و اثبات نفی و اثبات طالب را تلقین می فرمایند، طریقش آنست کہ نفس (دم) را زیرِ ناف حبس نمودہ، لفظ لا را از ناف برداشتہ تا پیشانی رساند و الٰہ را از انجا بکتفِ راست آوردہ الا اللہ را بر قلب ضرب نماید، بطوریکہ گذرِ آں بر ہمہ لطائف افتد، و اثرِ ذکر بہمہ جوارح و اعضا برسد، و این ذکر را دریں طریقہ بے حرکتِ اعضا و جوارح می کنند، و اگر حبسِ نفس چیزے ضرر نماید بے حبس ذکر بکند، کہ حبس شرط نیست، و معنی کلمہ را ملحوظ دارند کہ نیست ہیچ (باہیں ہیچ) مقصودِ من بجز ذاتِ پاک (حقتعالیٰ) بعد از چند بار ذکر ایں الفاظ در

بازگشت دل بگذارند کہ خداوندا مقصودِ من تُوئی و رضائے تو محبت و معرفت خود دہ و این را بازگشت گویند، لیکن چوں حصرِ نفس نماید، پس باید کہ نفس را

وقوفِ عددی بر عددِ طاق (بموجب حدیث) بگذارد، لہٰذا ایں ذکر را وقوفِ عددی گویند، کہ سالک واقف عددمی باشد، وقتیکہ نفس را فرو می گذارد باید کہ لفظ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ضم نماید و باید کہ در حال چہ نشستہ و چہ برخاستہ، و چہ وقت خوردن و آشامیدن (پیوست کند) ہمہ وقت و ہر آن مشغول

ترجمہ

اس کے بعد نفی و اثبات کے ذکر کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سانس کو زیرِ ناف روک کر لفظ لَا کو وہاں سے پیشانی تک پہنچائیں اور اِلٰہَ کو وہاں سے داہنے پہلو پر لاکر اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر ماریں۔ اس طرح پر کہ اس کا گزر تمام لطائف پر ہو جائے اور ذکر کا اثر تمام اعضاء و جوارح تک پہنچ جائے۔ اس ذکر کو ہمارے طریقہ میں اعضا و جوارح کی حرکت کے بغیر کرتے ہیں۔ اور اگر حبسِ نفس سے کچھ ضرر ہوتا ہو تو بغیر حبسِ نفس کے ذکر کرتے ہیں کیونکہ یہ حبس شرط نہیں ہے اور کلمہ کے معنی کو ملحوظ رکھیں کہ میرا مقصود سوائے ذات پاک کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور چند بار ذکر کرنے کے بعد دل میں یہ الفاظ دہرائیں "کہ خداوندا میرا مقصود تو ہی ہے اور تو اپنی رضا، محبت اور معرفت عطا فرما"۔ اس کو بازگشت کہتے ہیں لیکن اگر سانس کو روکیں تو چاہیئے کہ سانس کو طاق عدد پر گزاریں۔ اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں کیونکہ سالک اس کے عدد سے بھی واقف ہو جاتا ہے اور جس وقت کہ سانس کو چھوڑیں چاہیئے کہ اس کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِلا لیا کریں اور چاہیئے کہ ہر حال میں اُٹھتے، بیٹھتے، کھاتے، پیتے، ہر وقت و ہر لحظہ ذکر میں مشغول رہیں اور نگاہداشت اور وقوفِ قلبی کا شغل بھی رکھیں تاکہ باطن کا تصفیہ ہو جائے اور دل کی توجہ اور حضوری حق سبحانہٗ کی طرف پیدا ہو جائے۔ اس تصفیہ کی پہچان اہلِ کشف کے یہاں انوار کا ظاہر ہونا ہے اور ہر لطیفہ کا ایک علیحدہ نور ہے۔ قلب کا نور زرد ہے، روح کا سرخ، سر کا سفید، خفی کا سیاہ، اور اخفٰی کا سبز۔ یہ انوار پہلے اپنے باطن کے باہر مشاہدہ ہو جاتے ہیں، اسی کو

بذکر و نگاہداشتِ خواطر و وقوفِ قلبی باشد، تاکہ باطن را تصفیہ حاصل آید و دل را توجہے و حضورے بطرفِ حق سبحانہ پیدا شود۔

علامتِ تصفیہ اہلِ کشف را ظاہر شدن انوار است و ہر لطیفہ را نورِ علیحدہ مقرر فرمودہ اند، نورِ قلب زرد و نورِ روح سرخ و نورِ سرّ سفید و نورِ خفی سیاہ و نورِ اخفیٰ سبز[1] و ایں انوار را اول بیرونِ باطنِ خود مشاہدہ می کند و ہمیں را سیر آفاقی می گویند، بعد ازاں انوار را درونِ باطنِ خود احساس می کند و ایں را سیرِ انفسی[2] میفرمایند، از زبانِ مبارک حضرت پیر دستگیرِ خود شنیدہ ام کہ سیرِ آفاقی تا زیرِ عرش ست، و سیرِ انفسی از عرش بالا است۔ یعنی وقتیکہ لطائف از قالب برآیدہ یا صولِ خود عروج مینماید تا وقتیکہ بعرش برسند سیرِ آفاقی ست و چوں فوقِ عرش ایشانرا جذبے و عروجے پیدا شود، سیرِ انفسی شروع می شود شخصیکہ کشف دارد، دیدن انوار و سیرِ خود را دریافت می نماید و صاحب کشفِ عیانی دریں زمانہ بسبب مفقود شدن اکلِ حلال کم ست و اکثرے طلاب دریں وقت صاحب کشفِ وجدانی می باشند، و ایں وجدان ہم نحوے از کشف است، و فرق درمیانِ کشفِ عیانی و کشفِ وجدانی آنست، کہ صاحبِ کشفِ عیانی عیاناً می بیند، کہ از مقامے بمقامے سیر می نماید، و صاحبِ وجدان اگرچہ عیاناً نمی بیند، اما تبدّلِ احوال و تغیّرِ واردات را بادراکِ خود دریافت میکند

---

[1] و ہر لون کہ غیر ازیں الوان بنظر درآید بداند کہ آمیزش از یکدیگر است، بدانکہ بیانِ ولایت ہر لطیفہ و فنا آں اندریں رسالہ عنقریب مذکور خواہد شد۔ [2] قال اللہ تعالیٰ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ ۔ ۱۲

سیرِ آفاقی کہتے ہیں۔ اس کے بعد یہ تمام انوار اپنے باطن کے اندر محسوس ہوتے ہیں اور اسی کو سیرِ انفسی کہتے ہیں۔ میں نے اپنے حضرت پیر دستگیرؒ کی زبانِ مبارک سے خود سنا ہے کہ سیرِ آفاقی عرش کے نیچے ہی نیچے ہے اور سیرِ انفسی عرش سے بالا بالا ہے۔ یعنی اس وقت جبکہ قالب میں سے لطائف اوپر آ کر اپنی اصل کی طرف عروج کرتے ہیں حتیٰ کہ عرش تک پہنچ جاتے ہیں تو وہ سیرِ آفاقی ہے اور جب عرش سے اوپر اُن میں جذبہ وعروج پیدا ہوتا ہے تو سیرِ انفسی شروع ہوتی ہے جس شخص کو کشف ہوتا ہے وہ تو انوار کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور اپنی سیر کو خود ہی معلوم کر لیتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں اکلِ حلال مفقود ہے اس لئے کشفِ عیانی والے بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اکثر طالب اس زمانے میں کشفِ وجدانی والے ہوتے ہیں۔ اور وجدان بھی کشف کی ایک قسم ہے اور ان دونوں یعنی کشفِ عیانی اور کشفِ وجدانی میں فرق یہ ہے کہ کشفِ عیانی والا اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب سیر کرتا ہے اور کشفِ وجدانی والا اگرچہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتا لیکن اپنے ادراک سے احوال اور واردات کی تبدیلی معلوم کر لیتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہوا نظر تو نہیں آتی لیکن ادراک میں محسوس ہوتی ہے اگر کسی کو ادراکِ وجدانی سے بھی اپنے حالات کا علم نہیں ہوتا تو اس کو مقامات حاصل ہونے کی خوشخبری دینا طریقے کو بدنام کرنا ہے اس کی نسبت بدگمانی پھیلانا ہے)۔

❁

چنانچہ ہوا بنظر نمی آید، لیکن در ادراک محسوس می شود، و اگر کسے با دراکِ وجدانی ہم حالاتِ خود را دریافت نکند بشارت مقامات اوراد دن طریقہ را بدنام کردن ست۔

شغل دوم مراقبہ است و مراقبہ عبارت از انتظارِ فیض ست از مبدءِ فیاض و لحاظ وارد شدن آں فیض بر مَوردِ خود یعنی فیضے کہ از حضرتِ حق (تعالیٰ جل شانہٗ) وارد می شود، بر لطیفۂ از لطائفِ سالک آں لطیفہ را مورد فیض می گویند لہذا در ہر مقام مراقبہ از مراقبات معین فرمودہ اند، (چنانچہ) در دائرۂ امکان مراقبۂ احدیت و آں عبارت ست، از مراقبہ ذاتیکہ جامع جمیع صفاتِ کمال ست، و منزہ است از جمیع نقصانات کہ مسمی اسم مبارک (تعالیٰ) اللہ است، و لحاظ می نماید، کہ فیض ازاں ذات بر لطیفہ قلب وارد میشود، و ایں مراقبات را گاہے بے ذکر ہم می کنند، و ذکر بے مراقبہ مفید نیست۔

تعریف مراقبہ — معنی مورد فیض — مراقبۂ احدیت

شغل سوم ذکر رابطہ است و آں عبارت از نگاہداشتن صورتِ شیخ است، در (ذہن) بدر کہ خود یا درونِ دلِ خود یا صورتِ خود را صورتِ شیخ تصور می نماید، و چوں رابطہ غالب مے آید در ہر چیزے صورتِ شیخ بنظر مے در آید ایں را فنا فی الشیخ می گویند و ایں احوال بریں تباہ حال، (حضرت مصنف) نیز در ابتدا ورود یافتہ بود، کہ از عرش تا ثری صورتِ (خاک منا کہ یعنی زیر زمیں) حضرت شیخ خود (خواجہ عبداللہ) محیط مے یافتم، و جمیع حرکات و سکناتِ خود را حرکات و سکناتِ آنحضرت مے دیدم۔ بیت

فنا فی الشیخ

در و دیوار چوں آئینہ شد از کثرتِ شوق ؛ ہر کجا مے نگرم روئے ترا مے بینم

ترجمہ

شغل دوم مراقبہ ہے۔ اور مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ مبدأ فیاض (اللہ تبارک وتعالیٰ) سے فیض کا انتظار کیا جائے اور اس فیض کے وارد ہونے کا اس کے مورد پر لحاظ کیا جائے۔ یعنی جب فیض حضرتِ حق کی جانب سے سالک کے کسی لطیفے پر وارد ہوتا ہے تو اس لطیفہ کو موردِ فیض کہتے ہیں اسی واسطے حضرات مشائخ کرامؒ نے مراقبات میں سے ہر ایک مقام کے مناسب ایک ایک مراقبہ معین فرما دیا ہے۔ چنانچہ دائرۂ امکان میں مراقبۂ احدیت کا امر فرمایا ہے اس کا مطلب اس ذاتِ عالیہ کے مراقبے سے ہے جو کہ تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع اور ہر ایک عیب ونقصان سے پاک ومنزہ ہے اور اسم مبارک اللہ کا مسمی ومصداق ہے اور اس مراقبہ میں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ اُس ذات پاک کا فیض لطیفۂ قلب پر وارد ہو رہا ہے اور ان مراقبات کو بغیر ذکر کے بھی کرتے ہیں لیکن خالی ذکر بغیر مراقبے کے مفید نہیں۔

شغل سوم ذکرِ رابطہ ہے (اور اس کی کئی صورتیں ہیں) یعنی اپنے شیخ کی صورت وشکل کو اپنی قوتِ ادراک (ذہن) میں رکھنا، یا اپنے دل کے اندر خیال میں رکھنا، یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت سمجھنا۔ اور جب یہ رابطہ مرید پر غالب آجاتا ہے تو ہر چیز میں اس کو شیخ کی صورت نظر آنے لگتی ہے، اس حالت کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں اور یہ حالت اس ناچیز (حضرت مصنفؒ) پر ابتدا میں وارد ہوئی تھی حتیٰ کہ عرش اعظم سے تحت الثریٰ تک اپنے شیخ کی صورت کو محیط پاتا تھا اور اپنی تمام حرکات وسکنات کو شیخ کی حرکات وسکنات پاتا تھا: بیت

کثرتِ شوق سے دیوار ودر آئینہ ہوئے　　ہر جگہ تیری ہی صورت نظر آتی ہے مجھے

باید دانست کہ طریقۂ رابطہ اقرب طُرق ست، ومنشاءِ ظہور عجائب و غرائب ست، حضرتِ ایشاں عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ اند کہ ذکر تنہا بے رابطہ وبے فنا فی الشیخ موصِل نیست، و رابطہ تنہا برعایت آدابِ صحبت کافی است۔

فصل در بیان سیر و سلوک اربابِ قلوب

کہ در دائرہ ولایتِ صغری میشود، معمول حضرت پیر دستگیرؒ و خلفائے ایشاں چناں ست کہ اول توجہ برائے القائے ذکر در لطائفِ طالب میفرمایند، وطریقِ توجہ کردن ایں ست، کہ قلب خود را مقابلِ قلبِ طالب داشتہ، التجا بجنابِ الٰہی نمودہ، استمداد از مشائخ کرام فرمودہ، کہ انوارِ ذکر کہ در قلب من از جناب پیرانِ کبار رسیدہ است، در قلبِ ایں طالب درآید، و توجہے و ہمتے بسوئے قلب او فرماید، از عنایتِ الٰہی در چند توجہ حرکتِ ذکر در قلب او پیدا آید، و ہمچنیں روح خود را مقابلِ روحِ او داشتہ توجہ کند، کہ نورِ ذکر کہ در لطیفۂ روحِ من از ارواحِ پیراں رسیدہ است، در روحِ طالب القا میکنم، و ہمچنیں بر دیگر لطائفِ او کہ سِر و خفی و اخفی و لطیفہ نفس و قالب اوست، متوجہ شدہ القای ذکر فرماید، چوں اجرائے ذکر در ہمہ لطائف طالب شد، ذکر نفی و اثبات او را تلقین فرمودہ، توجہ برائے القائے نسبتِ جمعیت و حضور فرماید کہ جمعیت عبارت از بے خطرگی یا کم خطرگی قلب است، وحضور عبارت از پیدا شدنِ توجہ است، در قلب بسوئے

انتقال ججینہ

ترجمہ

جاننا چاہیئے کہ تمام طریقوں میں رابطہ کا راستہ تمام راستوں کی نسبت بہت ہی نزدیک راستہ ہے اور عجائب و غرائب کے ظہور کا یہی ذریعہ ہے حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کہ بغیر رابطہ اور بغیر فنافی الشیخ کے تنہا ذکر وصل تک نہیں پہنچاتا لیکن تنہا رابطہ آدابِ صحبت کی رعایت کے ساتھ کافی ہوتا ہے"۔

فصل: اربابِ قلوب کی سیر وسلوک کے بیان میں

اہلِ دل حضرات کا سلوک دائرۂ امکان اور ولایتِ صغریٰ میں ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ اور آپ کے خلفاء کا معمول یہ ہے کہ وہ پہلے طالب کے لطائف میں ذکر کے القا کے لئے توجہ دیتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے مقابل رکھ کر حضرت حق سبحانہٗ سے التجا کرتے ہوئے اپنے مشائخ کے ذریعہ امداد چاہتے ہیں کہ خداوندا جو انوارِ ذکر پیرانِ کبارؒ کے ذریعہ مجھ کو حاصل ہوئے ہیں وہ اس طالب کے قلب میں ڈالدے۔ اس طرح اس کے قلب کی طرف توجہ اور ہمت صرف کرتے ہیں کہ عنایتِ الٰہی سے چند ہی بار کی توجہ سے اس کے قلب میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے پھر اسی طرح اپنی روح کو طالب کی روح کے مقابل رکھ کر توجہ کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ پیرانِ عظامؒ کی ارواحِ شریفہ سے ذکر کا جو نور میرے لطیفۂ روح میں پہنچا ہے میں اس کو اس طالب کی روح میں القا کرتا ہوں اور اسی طرح اس کے دوسرے لطائف پر بھی یعنی سر، خفی، اخفیٰ، لطیفۂ نفس اور قالب میں متوجہ ہو کر ذکر کا القا کرتے ہیں۔ پھر جب تمام لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا ہے تو نفی و اثبات کا ذکر تلقین کر کے جمعیت اور حضور کی نسبت کا القا کرتے ہیں۔

تعریف جمعیت و حضور

حضرتِ حق سبحانہ و چوں جمعیت و حضور در قلبِ طالب پیدا شد، پس
قلبِ طالب را از ہمتِ خود بسوئے فوق جذب فرماید و اکثرے را دیدہ ام
کہ اول جذب را ادراک می نمایند و وقتیکہ لطیفہ از قالب برآید، نسبتِ حضور را
ادراک می نمایند، بہمیں طریق برائے ہر مقامے کہ توجہ کند، خود را منصبغ
برنگ آں مقام ساختہ، فیض آنمقام را در باطنِ طالب القا فرماید، و مَوردِ
آں فیض را نیز ملحوظ دارد، بدانکہ دلِ آدمی بسببِ کثرتِ علائق و عوائق
مثل انگشتِ[1] سیاہ و بے نور شدہ است، و خود را و اَصلِ خود را فراموش ساختہ،
چوں در صحبتِ مرشدِ کامل طالبِ صادق می آید، شیخ اورا توجہ دادہ،
طریقِ ذکر تلقین می فرماید، و توجہ خود در حق او بکار می برد، از برکتِ توجہ
نورِ ذکر در قلب او پیدا می شود، و آں انگشتِ سیاہ روشن شدن می گیرد،
و چوں از نورِ ذکر تمام قلب منور شد، شعلہ از قلبِ او بلند می شود و ایں را
در طریقہ مظہریہ فتحباب مے نامند، و اول بشارتے کہ بطالب عطا مے فرمایند،
بشارتِ فتحباب ست، دریں وقت قلب کہ از اصلِ خود غافل و ذاہل شدہ بود
باز اصلِ او بیادش مے آید، و بطرفِ فوق متوجہ می شود، و در چندے آں
شعلۂ نور کہ بلند شدن گرفتہ بود، از قالب مے برآید، و ہمیں معنی ست، آنکہ
میگویند، لطیفہ از قالب برآید، ہمچنیں آہستہ آہستہ بطرف اصلِ خود کہ
فوق العرش ست سیر میفرماید، و بہمیں برکتِ صحبتِ شیخ جذباتِ قویہ لطائف
طالب را فرو میگیرد و سرعت و بطورِ سیر آنچہ من فہمیدہ ام موقوف بر کثرتِ

---

[1] انگشت بالفتح و کاف فارسی مکسور چوب سوختہ کہ سرد شدہ سیاہ گشتہ باشد۔

ترجمہ

جمعیت سے مراد قلب کو خطرات سے دور کر کے چوکنا رکھنا ہے اور حضور سے مراد قلب میں حضرتِ حق سبحانہ کی طرف توجہ پیدا کرنا ہے۔ جب طالب کے قلب میں جمعیت اور حضور پیدا ہو جائے تو شیخ طالب کے قلب کو اپنی ہمت اور توجہ سے فوق (اوپر) کی طرف جذب فرمائے (یعنی کھینچ لے جائے) اور میں (مصنفؒ) نے اکثر طلباء کو دیکھا ہے کہ پہلے وہ جذب کا ادراک کر لیتے ہیں اور جس وقت قالب سے لطیفہ فوق کو آتا ہے تو وہ نسبتِ حضور حاصل کر لیتے ہیں۔ پیرانِ عظامؒ اسی طرح سے ہر مقام کے فیض کے لئے کہ جس مقام میں توجہ کرنا چاہتے ہیں پہلے خود کو اس مقام کے رنگ میں رنگ لیتے ہیں پھر اس مقام کے فیض کو طالب کے باطن میں القا کرتے ہیں اور اس فیض کے مورد کا بھی لحاظ رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کا دل کثرتِ علائق دعوائق کی وجہ سے کوئلہ کی طرح سیاہ و بے نور ہو گیا ہے اسی وجہ سے وہ خود کو اور اپنی اصل کو بھلا بیٹھا ہے لیکن جب طالبِ صادق حُسنِ عقیدت کے ساتھ شیخ کامل کی صحبت میں آتا ہے تو شیخ توجہ دیگر ذکر کا طریقہ تلقین کرتا ہے اور اس کے حق میں اپنی توجہ استعمال کرتا ہے تو اس کی توجہات کی برکت سے اس کے قلب میں ذکر کا نور پیدا ہوتا ہے اور وہ سیاہ کوئلہ روشن ہو جاتا ہے اور جب ذکر کے نور سے اس کا تمام قلب منور ہو جاتا ہے تو نور کا شعلہ اس کے قلب سے بلند ہوتا ہے، اس چیز کو طریقہ مظہریہ میں فتح الباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور پہلی بشارت جو طالب کو دی جاتی ہے وہ یہی فتح باب کی ہوتی ہے اس وقت وہ قلب جو اپنی اصل سے غافل ہو چکا تھا پھر اپنی اصل کو یاد کرنے لگتا ہے اور اپنے فوق کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور شعلۂ نور اس قدر بلند ہونے لگتا ہے کہ قالب میں سے باہر آ جاتا ہے اور یہی مطلب ہے اُن کے اس قول کا کہ لطیفہ قالب سے برآمد ہو۔ اسی طرح آہستہ آہستہ اپنی اصل کی جانب کہ جو فوق العرش ہے سیر کرتا ہے اور شیخ کی صحبت کی برکت سے طالب کے لطائف کو جذباتِ قویہ حاصل ہونے لگتے ہیں لیکن سیر میں

قلّتِ توجہاتِ شیخ ست، اگر کثرتِ توجہات در حقِ طالب بکار می برد، سیرِ طالب سریع میشود، واگر توجہاتِ شیخ قلیل ست، سیر نیز ہماں قدر خواہد بود، واستعدادِ طُلّاب مختلف افتادہ بعضے استعدادِ خوب دارند، کہ در اندکِ توجہ مانندِ ہوائے آتشیں بطرفِ بالا می پرند کہ بسرعتِ سیر اینہا نظرِ ہر کس کار نمی کند و بعضے کہ بطی الاستعداد ہستند، افتان وخیزان بمنزلِ مقصود میرسند، غرض صحبتِ شیخ علی الخصوص دریں طریق طالباں را ضرورتر افتادہ است، کہ بدونِ توجہِ شیخ پائے سعی دریں راہ لنگ ست، واز ریاضات ومجاہداتِ خویش کارے نمی کشاید۔ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَمَا شَاھَدْنَا فِیْ صُحْبَۃِ شَیْخِنَا وَاِمَامِنَا قَلْبِیْ وَرُوْحِیْ فِدَاہُ وَجَرَّبْنَاہُ غَیْرَ مَرَّۃٍ واز برکتِ توجہ است، کہ جذبہ دریں طریق مقدم افتادہ راہ را آسان ساختہ، چہ از رفتن تا بُردن فرق ظاہر است، وخلاصۂ سلوک کہ عبارت از قطع کردن مقاماتِ عشرۂ مشہورہ است از توبہ وانابت وزہد وریاضت وورع وقناعت و توکل وتسلیم وصبر ورضا، در ضمنِ آں طے میشود، قربانِ پیرانِ خود شوم کہ چہ راہ سہلے وآسانے برائے ما پست فطرتان وکم استعدادان مقرر ساختہ اند، ایں احسان حضرت شاہ نقشبند است رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ پانزدہ[۱۵] روز سر بسجدہ نہادہ دعا وتضرع در جنابِ الٰہی کردہ اند وعرض کردہ اند کہ الٰہی مرا طریقہ دہ کہ البتہ موصل باشد، اللہ تعالیٰ دعائے ایشاں مستجاب فرمودہ، وایشاں را طریقہ عنایت کرد، کہ اقربِ طرق ست والبتہ موصل ست لیکن شیخِ کامل ومکمل باید کہ ظاہرش بکمالِ متابعت حضرت رسالت پناہی

مقاماتِ عشرہ

احسانِ حضرت شاہ نقشبندؒ

ؔ یعنی قطعاً ویقیناً بحق سبحانہ رسانندہ باشد ۱۲

ترجمہ

تیزی یا دھیماپن جیسا کہ میں سمجھا ہوں شیخ کی توجہات کی کثرت یا کمی پر موقوف ہے۔ اگر شیخ کی توجہات طالب کے حق میں زیادہ ہوں تو طالب کی سیر میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر شیخ کی توجہات کم ہوں تو سیر بھی ویسی ہی ہو جاتی ہے، طالبوں کی استعداد و لیاقت بھی مختلف ہوتی ہیں بعض بہت استعداد رکھتے ہیں کہ ذرا سی توجہ سے آگ کی لپٹ کی طرح بلند ہو جاتے ہیں (اور اسقدر تیزی کے ساتھ اڑتے ہیں) کہ ان کی سیر کی تیز رفتاری میں ہر ایک شخص کی نظر کام نہیں کر سکتی۔ اور بعض لوگ اپنی استعداد میں سست ہوتے ہیں مگر گرتے پڑتے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ غرض کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں خصوصیت کے ساتھ طالب کے لئے شیخ کی صحبت بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر اس راہ میں کوشش کا پاؤں لنگ ہو جاتا ہے اور اپنی ریاضت یا مجاہدہ کام نہیں آتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے شیخ و امام (میری جان و دل ان پر فدا ہو) کی صحبت میں بارہا تجربہ کیا ہے وہ توجہ کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس طریقے میں جذبے کو سلوک پر مقدم کرنے کی وجہ سے راستے میں ایک طرح کی سہولت پیدا ہو گئی ہے کیونکہ چلنے میں اور لیجانے میں بہت ہی بڑا فرق ہے اور تمام سلوک کا خلاصہ کہ جس سے مراد دس مشہور مقامات کو طے کرنا ہے یعنی توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع، قناعت، توکل، تسلیم، صبر اور رضا، یہ سب اسی کے ضمن میں طے ہوتے ہیں۔ میں اپنے پیروں کے قربان جاؤں کہ ہم جیسے گھٹیا اور کم استعداد لوگوں کیلئے کیسی آسان راہ مقرر فرمائی ہے۔ یہ احسان دراصل حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ آپ نے پندرہ روز تک بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر اور سر بسجدہ ہو کر دعا کی تھی اور عرض کیا تھا "بارِ الٰہا مجھ کو ایسا طریقہ عطا فرما کہ جس سے تیرا وصل حاصل ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایسا طریقہ عطا فرمایا جو سب طریقوں سے زیادہ نزدیک اور آسان ہے اور ضرور اس تک پہنچانے والا ہے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آراستہ وباطنش از ماسوی پیراستہ[1]، وبدوام حضور حضرت حق سبحانہ درساختہ باشد، والا گناہِ طریق چیست، باید دانست کہ اکابرِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیٰ اہلہا، اصل کار بر جمعیت وحضور داشتہ، بہر رطب و یابس دست نہ انداختہ اند، وبصور واشکالِ غیبی متوجہ نمی شوند، وکشوف وانوار راچنداں اعتبار ننہادہ اند وطالب را بحصول چہار چیز رغبت می فرمایند، جمعیت[1] وحضور[2] وجذبات[3] وواردات[4] کششِ لطائف را کہ بطرفِ فوق میشود، جذبات می گویند، وواردات عبارت ست از وارد شدن حالے از فوق بر قلب کہ طاقتِ تحمل آں داشتن متعسر (دشوار) ست وجہتِ فوق بسبب ممارست[2] (استعمال در دوام) توجہ آں جہت ست والا او تعالیٰ را بیرون دائرہ جہات باید جست، وہمیں واردات را دریں طریقہ عدم ووجود آں می گویند، اول ایں وارد بر سالک گاہے بلکہ بعد از ماہے وُرُود می کند در رفتہ رفتہ کثرت پیدا می کند، وبعد از ہر ہفتہ وہر روز بلکہ در روزے چند بار تا وقتیکہ بتواتر وتوالی مے انجامد واتصالِ واردات می شود، آنکہ بزرگاں (بمذا) ایں طریقہ فرمودہ اند، بیت

وصلِ اَعدام گر توانی کرد	کارِ مردان مرد وانی کرد

اشارت بایں حالت ست، وہمیں عدم ووجودِ عدم فنا وبقاست، در جہت جذبہ لیکن فنارِ قلب وقتے متحقق شود کہ تعلق علمی وحبی بماسوائے ازساحتِ

(حاشیہ: تعریفِ واردات وجذبات — واردات)

---

[1] از پیراستن بالکسر بیائے مجہول ونزد بعضے بفتح بمعنی کم کردن وبریدن چیزے را بجہت آرائش وزیبائی۔

[2] ممارست کوشیدن وتفحص کردن وتجربہ نمودن ودر کارے رنج نمودن ودرماں کردن۔

(یعنی وصل حاصل ہوجاتا ہے) لیکن شیخ کامل اور مکمل ہونا چاہیئے کہ اس کا ظاہر پوری طرح حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت رکھتا ہو اور اس کا باطن غیر اللہ سے رشتہ توڑ کر اور بے تعلق ہو کر حضرتِ حق سبحانہ کے دوامِ حضور سے مشرف ہو، ورنہ پھر اس طریقے میں گناہ اور کیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اکابرِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے کام کی بنیاد جمعیت اور حضور پر رکھی ہے اسی واسطے رطب و یابس پر ہاتھ نہیں ڈالتے، غیبی شکل وصورت پر توجہ نہیں دیتے کشف اور انوار پر چنداں اعتبار نہیں کرتے، اور طالب کو چار چیزوں کے اصول پر رغبت دلاتے ہیں یعنی جمعیت، حضور، جذبات اور واردات (اول الذکر دونوں کے معنے اوپر بیان ہو چکے ہیں موخر الذکر دو کے معنی یہ ہیں) لطائف کی کشش جو فوق کی طرف ہوتی ہے اس کو جذبات کہتے ہیں اور واردات سے مراد وہ حال ہے جو فوق سے قلب پر وارد ہوتا ہے اور قلب اس کی برداشت سے عاجز ہوجاتا ہے۔ فوق کی جہت اس جہت کی توجہ کی مشق کی بنا پر ہے کہ عادۃً فوق ہی کی طرف توجہ کی جاتی ہے ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ جہات واطراف سے بالکل پاک ومبرا ہے، اُس کو دائرۂ جہات واطراف سے باہر ڈھونڈنا چاہیئے اور انھیں واردات کو اس طریقہ نقشبندیہ میں عدم اور وجودِ عدم بھی کہا جاتا ہے۔ پہلے تو یہ واردات سالک پر کبھی کبھی بلکہ ایک ایک ماہ کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ کثرت پیدا کر لیتے ہیں پھر ہر ہفتہ اور ہر روز بلکہ ایک روز میں کئی کئی بار حتی کہ متواتر ہونے لگتے ہیں اور واردات کا تانتا بندھ جاتا ہے جیسا کہ اس طریقے کے بزرگوں نے فرمایا ہے۔ بیت

گر عدم کا وصال بن جائے ۔۔۔ کارِ مرداں اسی کو کہتے ہیں

اس سے اشارہ اسی حالت کے متعلق ہے اور یہی عدم دوجودِ عدم جذبے کے جہت میں فنا اور بقا ہے لیکن فنائے قلب اسی وقت حاصل ہوتی ہی جبکہ غیر اللہ کے علم اور محبت سے سینہ پاک ہوجائے اور غیر کا خطرہ تک بھی اس کے دل میں نہ گذرے۔ بیت

سینه رخت بر بندد و خطره ماسوائے درونِ قلب ہرگز نیاید، بیت

خیالِ ماسوائے از دل بروں کن گذر از چوں و حبّ بے چگوں کن

و فنار قلب در تجلیاتِ افعالیۂ الٰہیہ میشود یعنی دیدن افعالِ ماسوای آثارِ فعل حضرتِ حق سبحانہ تعالیٰ، چوں ایں دید غالب آید صفات و ذاتِ ممکنات را مظہرِ صفات و ذاتِ حضرتِ حق خواہد دید و بتوحیدِ وجودی کہ عبارت از دیدن ہستی ممکناتِ امواجِ ہستی او تعالیٰ ست ترنم خواہد نمود۔ بیت

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت لاجرم عینِ جملہ اشیا شد

و اربابِ توحیدِ وجودی خود را و عالم را گم ساختہ در بحرِ وجود حضرتِ حق غوطہ خواہند خورد۔ بیت

ز سازِ مطربِ پر سوز ایں رسید بگوش کہ چوب تار و صدائے تنن تنن ہمہ اوست

و ایں را فنا فی اللہ گفتہ اند، و چوں سالک دریں بحرِ ذخار غوطہ خورد، غیر از بحرِ مشہود بصیرتش چیزے نیافت و بہر طرف کہ مشاہدہ کرد، سوائے دریا و امواجِ او ندید، بلکہ خود را قطرۂ ایں بحر دید، و از کمالِ استغراق امتیازِ قطرہ نیز مرتفع گشت: بیت

جوئے ایں دریا توئی نیکو بجوئے انفکاکے نیست در دریا و جوئے

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کہ سند ایں طائفہ علیہ اند میفرمایند۔ شعر

اَلْبَحْرُ بَحْرٌ عَلٰی مَاکَانَ فِیْ قِدَمٍ اِنَّ الْحَوَادِثَ اَمْوَاجٌ وَاَنْھَارٌ

فَلَا یَحْجُبَنَّکَ اَشْکَالٌ تُشَاکِلُھَا عَمَّنْ تَشَکَّلَ فِیْھَا وَھِیَ اَسْتَارٌ

و نیز می فرمایند۔ قطعہ

لَا اٰدَمُ فِی الْکَوْنِ وَلَا اِبْلِیْسُ لَا مُلْکُ سُلَیْمَانَ وَلَا بِلْقِیْسُ

فَالْکُلُّ عِبَارَۃٌ وَاَنْتَ الْمَعْنٰی یَا مَنْ ھُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِیْسُ

دور کر تو دل سے غیر اللہ کو بے جگوں کے حب میں چوں سرد و دو رہو

افعالِ الٰہیہ کی تجلیات میں فنائے قلب حاصل ہوتی ہے یعنی غیر اللہ کے افعال کو حضرتِ حق سبحانہٗ کے فعل کا اثر خیال کرنا، جب یہ دید و خیال طالب پر غالب آجاتا ہے تو نہ صرف عالم امکان کی ذات و صفات بلکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات و صفات کا مظہر بھی دیکھا جا سکتا ہے اور توحیدِ وجودی کہ جس سے مراد ممکنات کی ہستی میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کی امواج کو دیکھنا، مترنم دیکھا جا سکتا ہے: بیت

اس کی غیرت سے غیر ہے ناپید عین ہر چیز ہو گیا ہے وہ

اور توحیدِ وجودی والے خود کو اور تمام عالم کو (اپنے دل و دماغ سے) فنا کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے: بیت

مطرب پُرسوز نے آواز دی چوب و تار و نغمہ سب کچھ ہے وہی

اور اسی کو فنا فی اللہ کہتے ہیں اور سالک جب اس سمندر بے کنار میں غوطہ لگاتا ہے تو اُسکی بصیرت سوائے مشہود کے کوئی اور چیز نہیں پاتی اور جہاں کہیں بھی اس کی نظر جاتی ہے اس کے دریا اور اس کی لہروں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا بلکہ خود کو اسی سمندر کا ایک قطرہ سمجھتا ہے اور انتہائی استغراق کی وجہ سے قطرے کا یہ امتیاز بھی اٹھ جاتا ہے۔ بیت

تو ہے سرچشمہ ندی کا اس لئے ہو نہیں سکتی ندی تجھ سے جُدا

حضرت شیخ اکبر ابن العربی قدس سرہٗ اس طائفہ علیہ کی سند میں فرماتے ہیں: شعر

بحر اب بھی ہے کہ جیسا تھا عہدِ قدیم میں کیا اس کی لہریں، نہریں، حوادث نہیں سبھی؟
اشکال جن میں تم متشکل ہو، ہیں حجاب لیکن نقاب روئے حقیقت نہ ہوں کبھی

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے: قطعہ

آدم جہاں میں ہے نہ ابلیس ہے کوئی ہے ملک سلیمان کا نہ بلقیس ہے کوئی
یہ سب عبارتیں ہیں مگر میرے دلستاں تو ہی فقط ہے معنی و مفہوم کُل جہاں

مغربی میفرماید: غزل

زدریا موجِ گوناگوں برآمد — زبیچونی برنگِ چوں برآمد
گہے در کسوتِ لیلیٰ فروشد — گہے دَر صورتِ مجنوں برآمد
چو یار آمد ز خلوتخانہ بیروں — ہموں نقشِ درِوں بیروں برآمد
ازیں دریا بدیں امواج ہر دم — ہزاراں گوہرِ مکنوں برآمد
بصد دستاں بکامِ دوستاں شد — بصد افسانہ و افسوں برآمد
بدیں کسوت کہ می بینیش اکنوں — یقیں مے داں کہ او اکنوں برآمد
چو شعرِ مغربی در ہر لباسے — بغایت دلبر و موزوں برآمد

وچوں فنا باین مرتبہ بکمال رسید بوجود موہوب او را موجود ساختہ بقائے از نزدِ خود عطا خواہند فرمود، وخود را در ہمہ وہمہ را در خود مشاہدہ خواہد نمود، وعالم را مرآتِ جمالِ خود خواہد دید و از غایتِ شوق باین اشعار ترنم خواہد بود۔ غزل

چوں بنگرم در آئینہ عکسِ جمالِ خویش — گردد ہمہ جہاں بحقیقت مصوّرم
خورشید آسمانِ ظہورم عجب مدار — ذرّاتِ کائنات اگر گشت مَظہرم
عشقم کہ در دو کون مکانم پدید نیست — عنقاءِ مغربم کہ نشانم پدید نیست
زابرو و غمزہ ہر دو جہاں صید کردہ ام — مُنکر مَشو کہ تیر و کمانم پدید نیست
گویم بہر زباں و بہر گوش بشنوم — ایں طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست

بدانکہ توحیدِ وجودی وذوق وشوق و واضح شدن اسرارِ معیت و آہ ونعرہ و بیخودی و استغراق وسماع ورقص و وجد و تواجد ہمہ در سیر لطیفۂ قلب ست وقلب اول در دائرہ امکان سیر می نماید، واز احوالِ آں دائرہ است؛

حضرت مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غزل

سمندر سے بہت لہریں اٹھی ہیں — جو بیچونی سے چوں میں آگئی ہیں
کبھی لیلیٰ کی صورت سے عیاں ہیں — کبھی مجنوں کی صورت میں چھپی ہیں
ہویدا جب ہوا خلوت سے وہ دوست — تو جلوت میں وہ شکلیں آرہی ہیں
اسی دریا میں ان لہروں سے ہر دم — ہزاروں سیپیاں پیدا ہوئی ہیں
کبھی سو قصے ان سے بہرِ احباب — کبھی سو داستانیں بن گئی ہیں
غرض یہ جلوے جس جامہ میں دیکھو — یقیں جانو، نقوشِ دلبری ہیں
یہ جلوے بھی، کلامِ مغربی بھی — لباسِ دلبری و دلکشی ہیں

جب اس مرتبے کی فنا اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو عطا کردہ وجود سے اس کو موجود کرکے اپنی طرف سے اسے بقا عطا فرماتے ہیں۔ پھر سالک خود کو سب میں اور سب کو خود میں مشاہدہ کرتا ہے اور تمام عالم کو اپنے جمال کے آئینہ میں دیکھتا ہے اور ذوق و شوق کی شدت میں یہ اشعار پڑھنے لگتا ہے غزل۔

خود اپنا حسن آئینے میں دیکھتا ہوں میں — عالم تمام خانۂ تصویر ہے مجھے
خورشید ہوں مظاہرِ عالم ہیں کیا عجب — ذراتِ کائنات بھی مظہر نہیں مرے
وہ عشق ہوں کہ دونوں جہاں میں نہ آسکے — عنقا ہوں جس کا کوئی نشاں تک نہ پاسکے
ابروسے، نازسے میرے دنیا ہوئی شکار — کوئی پتا نہ تیر و کماں کا بتا سکے
ہر مُنہ سے بولوں اور میں ہر کان سے سنوں — لیکن کوئی نہ کان نہ مُنہ کو بتا سکے

جاننا چاہئے کہ توحیدِ وجودی، ذوق و شوق، اسرارِ معیت کا ظہور، آہ و نعرہ، بے خودی و استغراق، سماع و رقص، وجد و تواجد، یہ سب لطیفۂ قلب کی سیر سے متعلق ہیں اور قلب پہلے پہل دائرۂ امکان میں سیر کرتا ہے اور اسی دائرے کے احوال میں یہ چیزیں آتی ہیں، یعنی جذب، حضور، جمعیت، واردات، کشفِ کونی،

جذب و حضور و جمعیت و واردات و کشفِ کونی و کشفِ ارواح و کشفِ عالمِ مثال و سیرِ عالمِ ملک کہ عبارت از تحتِ افلاک ست، و ملکوت کہ عبارت از ملائکہ و ارواح و بہشت و آنچہ ما فوقِ آسمانہا ست، ہمہ داخلِ دائرۂ امکان ست، بلکہ در نصفِ سافل آں دائرہ اینچنیں شعبدہ ہا بنظر می در آید، و ایں را سیرِ آفاقی می گویند، و کمالِ حضور و جمعیت و جذباتِ قویّہ در دائرۂ ثانی کہ عبارت از سیرِ تجلیاتِ افعالیہ است و سیرِ ظلالِ اسماء و صفات ست، و مسمّی بدائرۂ ولایتِ صغریٰ ست، حاصل میشود، و از نصفِ عالی دائرۂ امکان کہ فوقِ عرش ست چہ وانماید، کہ بسیارے از صوفیہ نارسیدہ از باعثِ تنزیہ و لامکانیت آں مقام را مرتبۂ صفات و ذات فہمیدہ اند، یکے میگوید کہ سرِّ استوی فوقِ عرش از اسرارِ غامضہ است، ایں از جملہ اغلاطِ صوفیہ است، و در نصف دائرہ فوقِ عرش سیرِ انفسی قرار دادہ اند بلکہ کمالِ سیرِ انفسی در دائرۂ ولایتِ صغریٰ کہ محلِ ظہورِ توحید و اسرارِ معیّت است، واضح می شود۔ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبندؒ فرمودہ اند کہ اولیاء اللہ بعد از فنا و بقا ہر چہ می بینند، در خود می بینند، و ہر چہ می شناسند، در خود می شناسند، و حیرتِ ایشاں در نفسِ خود ست وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. بزرگے میگوید۔ بیت

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست ۔۔۔ با تو در زیرِ گلیم ست ہر چہ ہست

(حاشیہ:) عالمِ ملک و عالمِ ملکوت

(حاشیہ:) درکار را تمام نکردہ۔

(حاشیہ:) رازہائے دقیقہ ایں مقام۔

(حاشیہ:) دائرہ ولایت صغریٰ کہ عبارت از ظلال اسماء و صفات ست

ؔ و حال آنکہ چنیں ست کہ گمان بردہ اند، بلکہ امکان را وجوب تصور کردہ اند۔

کشفِ ارواح، کشفِ عالمِ مثال، اور عالمِ مُلک کی سیر سے مراد تحتِ افلاک ہے۔ اور ملکوت (کہ جس سے مراد عالمِ ملائکہ، ارواح، بہشت اور وہ جو آسمانوں کے اوپر ہے) سب دائرہ امکان میں داخل ہے بلکہ اس دائرے کے نیچے والے نصف حصہ میں یہی شعبدے نظر آتے ہیں اور اسی کو سیرِ آفاقی کہتے ہیں، بلکہ کمالِ حضور، جمعیت اور جذباتِ قویہ دائرۂ ثانی میں حاصل ہوتے ہیں کہ جس سے مراد تجلیاتِ افعالِ الٰہیہ کی سیر ہے اور اسماء و صفات کے ظلال کی سیر بھی ہے۔ اور اس کو دائرہ ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔

اور دائرۂ امکان کے نصف حصۂ عالی کا جو فوق العرش ہے کیا حال ظاہر کرے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ناقص صوفیوں نے اس مقام کو ہی تنزیہ ولامکانیت کی وجہ سے ذات و صفات کا مرتبہ خیال کر لیا ہے، کوئی کہتا ہے کہ استوای علی العرش کا راز اسی مقام کے گہرے اسرار میں سے ہے اور یہ صوفیوں کی غلطیوں میں سے ہے۔ اس نصف دائرے میں کہ فوقِ عرش ہے سیرِ انفسی ہوا کرتی ہے۔ بلکہ سیرِ انفسی پوری طرح ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں ظاہر ہوتی ہے جو توحید اور اسرارِ معیّت کے ظہور کا مقام ہے۔

امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ بھی فنا اور بقاء کے بعد دیکھتے ہیں اپنے ہی اندر دیکھتے ہیں اور جو کچھ بھی پہچانتے ہیں اپنے ہی اندر پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت بھی اپنے ہی نفسوں میں ہوتی ہے "اور تمہارے نفسوں میں، پس کیا نہیں دیکھتے ہو تم" (سورۂ ذاریات) اسی کی طرف مشیر ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: بیت

مثلِ نابینا نہ ہر جانب ٹٹول
تیری کملی میں ہے سب کچھ تیرے پاس

علامت رسیدنِ قلب در دائرہ ولایتِ صغریٰ آنست کہ توجہِ فوق مضمحل شدہ احاطۂ شش جہات میفرماید و معیتِ بیچونی حضرتِ حق سبحانہ بادراک بیچون محیطِ خود و محیط ہمہ عالم می بیند و بعضے را اسرارِ توحیدِ وجودی دست می دہد، و منشاءِ اسرارِ توحیدِ وجودی آنست، کہ بسبب کثرتِ عبادات و مجاہدات و ترکِ مالوفات و مرغوبات و دوامِ ذکر و فکر غلبۂ عشق و محبت بسوئے محبوبِ حقیقی پیدا می شود، و دل را جذبے و توجہے بسوئے آنجنابِ قدس ہویدا می گردد، و ایں مجاہدات و ترکِ مالوفات کہ موافق اتباعِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقع میشود، تصفیۂ باطن از علائقِ ماسوائے می کند، و آئینۂ دل را از زنگِ غفلت و ہوا زدودہ می فرماید تا بحدیکہ باطن را مرایائے عکوس و ظلال اسما و صفات واجبے می کند و چوں سالک بیچارہ و عاشق دل دادہ کہ نادیدہ بمحبوبِ خود تعشقے ہم رسانیدہ بود، عکوس و ظلال را عین محبوب تصور کردہ بشطحیاتِ تکلم فرماید و صورتِ محبوب در آئینۂ باطنِ خود دیدہ بیخود و مدہوش شدہ خیالِ وصال در سرش مے افتد حافظ شیرازی می فرماید۔ بیت

عکسِ روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد — عارف از پرتوِ مَی در طمعِ خام افتاد

و چوں از غایتِ عطش فرق درمیانِ ظل و اصل نمے تواند کرد، لاجرم نعرۂ اتحاد و عینیت از نہادش مے برآید۔ بیت

چوں عکسِ رخِ دوست در آئینہ عیاں شد — بر عکسِ رخِ خویش نگارم نگراں شد

و غلبہ ایں دید بجائے رسید، کہ تعین و تشخصِ خود نیز از نظرش مرتفع شد، ندائے

ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں قلب کی رسائی کی پہچان یہ ہے کہ فوق کی توجہ مضمحل ہو جاتی ہے اور چھ طرفوں کا احاطہ کر لیتی ہے اور حضرتِ حق سبحانہٗ کی معیتِ بے کیف کو اِدراکِ بے کیف کے ساتھ اپنے آپ کا اور تمام عالم کا محیط تصور کرتی ہے اور بعضوں کو تو توحیدِ وجودی کے اسرار بھی اسی میں حاصل ہو جاتے ہیں اور توحیدِ وجودی کے اسرار کا منشا یہ ہے کہ عبادات و مجاہدات کی کثرت سے اور پسندیدہ چیزوں کے ترک سے اور ذکر و فکر کے دوام اور ہمیشگی کے باعث محبوبِ حقیقی کی طرف عشق و محبت کا غلبہ پیدا ہوتا ہے اور دل میں جذبہ اور توجہ اسی ذاتِ اقدس کی جانب موجزن ہوتا ہے اور یہ مجاہدات اور پسندیدہ چیزوں کا ترک جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے مطابق ہوتا ہے غیر اللہ کے تعلق سے باطن کو پاک کر دیتا ہے اور آئینۂ دل کو غفلت اور لالچ کے زنگ سے صاف کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ باطن میں اسماء و صفاتِ واجبی کے عکوس و ظلال نظر آنے لگتے ہیں اور چونکہ بے چارہ سالک اور دلدادہ عاشق کہ جس نے بے دیکھے محبوب سے عشق کیا ہوتا ہے ان عکوس و ظلال کو عین محبوب خیال کر لیتا ہے تو سُکر یہ کلمات برخلافِ شریعت زبان پر لاتا ہے اور اپنے محبوب کی صورت کو اپنے باطن کے آئینے میں دیکھ کر بیخود و مدہوش ہو جاتا ہے اور وصال کا خیال کرنے لگتا ہے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں:-

جام کے آئینے میں عکس جو چہرے کا پڑا ہنس پڑی مے، دلِ عارف میں گماں اور ہوا

اور چونکہ تشنگی کی شدت کی وجہ سے ظل اور اصل میں وہ فرق نہیں کر سکتا تو خواہ مخواہ اس کے وجود سے اتحاد اور عینیت کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ بیت

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا (غالب)

اور اس دید کا غلبہ اس حد تک ہو جاتا ہے کہ تعین اور تشخص بھی سالک کی

سُبْحَانِیْ وَ اَنَا الْحَق از باطنش بلند شد، وچوں در حدیثِ قدسی وارد ست ۱؎ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ موافق ظنِ او با او معاملہ خواہند فرمود، وچوں صاحبِ این حالت از خود و بایستہائے خود فانی گشتہ است، از طعن وملامت دور است، وداخل زمرۂ اولیا رست واز مجذوبان حق پرست، بداند کہ قبل از رسیدنِ قلب در دائرۂ ثانی کہ مقامِ انکشافِ توحید ست، سخنانِ توحید گفتن واعتقادِ وحدت وجود نمودن خلافِ شریعت است، نمی بینی، کہ دعوتِ انبیاء عظام علیہم السلام بتوحیدِ وجودی نیست، بلکہ احکامِ شریعت موقوف بر اثنینیّت ست، وکتاب وسنت ناطق ست، بہ نفی معبوداتِ باطلہ ویگانہ داشتن معبودِ حقیقی بعبادت وعوام را تخیل ومراقبۂ توحید کردن غیر از خسارتِ دنیا وآخرت مے افزاید، مشائخ وقت را خدا انصاف دہد کہ این چنیں اعتقاد ملحدانہ بمریدانِ خود تلقین می فرمایند واین بیچارگان را از صراطِ مستقیم منحرف می سازند۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا اَضَاعُوْا فَاَضَاعُوْا: بیت

بے خردے چند زخود بے خبر — عیب پسندند بزعمِ ہنر
باد شوند ار بچراغے رسند — دُود شوند ار بدماغے رسند

باید دانست کہ بعضے سالکاں را قبل از قطع دائرہ امکان بلکہ قبل از برآمدن لطیفہ از قالب حالتے شبیہ توحیدِ وجودی وہمہ اوست ظاہر میشود، وموجبش آنکہ بتخیل مراقبۂ توحید صورتِ توحید در متخیلہ ایشاں متصور می شود، وچوں این تخیل غلبہ می کند، سخنانِ توحید بے تحاشی می گویند، خصوصاً در اوقاتِ سماع وآواز خوش ونار ونغمہ کہ در قلب حرارتے وذوقے پیدا می شود، بیباک تر می شوند و

۱؎ من نزد گمان بندۂ من ہستم کہ بمن دارد (بخاری مسلم ترمذی وغیرہ)

نظر سے اٹھ جاتا ہے اور اس کے باطن سے سبحانی (پاک ہوں میں) اور انا الحق (میں حق ہوں) کی آواز آنے لگتی ہے اور جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ "میں اپنے بندے کے ظن کے ساتھ ہوں" اس کے ظن کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں۔ چونکہ اس حال والا اپنے سے اور اپنی حاجتوں سے فنا ہو چکا ہے اس لئے طعن اور ملامت سے بالکل پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے مجذوبوں میں اور اولیاءِ کرامؒ کے زمرے میں داخل ہے۔

سبحانی ما اعظم شانی

جاننا چاہیئے کہ دائرہ ثانی میں قلب کی رسائی سے پہلے (کہ وہ توحید کے ظاہر ہونے کا مقام ہے) توحید کی بات کرنا، اور وحدتِ وجود کا اعتقاد رکھنا شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم السلام نے توحیدِ وجودی کے لئے دعوت نہیں دی ہے بلکہ احکامِ شریعت کیلئے جو کتاب و سنت پر موقوف ہیں اور باطل معبودوں کی نفی بھی کرتے ہیں اور عبادت کے لئے صرف معبودِ حقیقی کو یگانہ قرار دیتے ہیں اور عوام وحدتِ وجود کے مراقبہ کا دھیان کریں تو دنیا اور آخرت کے خسارے کے علاوہ انھیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مشائخِ وقت کو اللہ تعالیٰ فہم انصاف عطا فرمائے کہ وہ ایسے ملحدانہ عقائد اپنے مریدوں کو تلقین نہ کریں اور ان بے چاروں کو صراطِ مستقیم سے منحرف نہ کریں۔ "گمراہ ہوئے آپ پھر خلقت کو گمراہ کیا، پہلے خود ضائع ہوئے پھر خلقت کو ضائع کیا۔"

بے وقوف اپنی بے وقوفی سے	عیب ہی کو ہنر سمجھ بیٹھے
بن گئے وہ ہَوا دیے کے لئے	دردِ سر کے لئے دھنواں ٹھہرے

جاننا چاہیئے کہ بعض سالکوں کو دائرۂ امکان کے طے کرنے سے پہلے بلکہ لطیفۂ قلب سے باہر آنے سے پہلے ایک حالت مثل توحیدِ وجود یا ہمہ اوست کے ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ مراقبۂ توحیدِ وجودی کے تخیل سے ان کی قوتِ متخیلہ میں توحید کی صورت منقش ہو جاتی ہے اور جب یہ تخیل غلبہ کرتا ہے تو وہ بے تحاشا توحید کی باتیں کرنے لگتے ہیں خصوصاً سماع اور دلکش آواز کے سننے کے وقت، کیونکہ دلکش آواز اور نغمہ کے تار سے جب ان کے قلب میں گرمی اور

اشعارِ توحید شنیده خود را ہم حالِ قائلانِ آں اشعار مے شناسند و نمی دانند که
اربابِ ایں احوال را آداب و شرائط ست که درینہا مفقود اند معظم ترین
شرائطِ اتباعِ سنّتِ سَنیه است، و اجتناب از بدعتِ نامرضیه حکایات
مشائخِ متقدمین قدّسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم در ورع و تقویٰ معروف ست،
و جمع را چونکه سیر عنصرِ ہوائی دست می دہد، که ایں عنصر لطافتے دارد و در ذرّات
ممکنات سارلیست، ایشاں آنرا وجود حق تصور کرده سخنانِ توحید بر زبان
مے آرند، نمیدانند که ایں سیر داخلِ دائرہ امکان ست، و مقامِ توحید بعد
از انقطاع ایں دائرہ است و برخے بسبب انکشاف عالمِ ارواح و بیچونی
آں عالم نسبت به عالم اجسام و احاطۂ آں مر عالمِ اجسام را آں را قیومِ عالم
تصور می نمایند و آنرا بخدائے می پرستند۔ دریں مقام بعضے اکابر را نیز
اشتباہے واقع شده، سلطان العارفین قدس سرہ می فرمایند، سی[۳۰] سال
روح را بخدائے پرستیدم و چوں عنایتِ ایزدی شاملِ حالِ ایں بزرگواراں بود،
ایشانرا ازاں مقام ترقی واقع شده آنگاه ایں اشتباه را دانستند، بدانند که
روح از عالمِ امکان ست، اِلّا آنکه بلا امکانیت تعلق دارد و رنگِ بے چونی
دارد اما نسبت به بیچونِ حقیقی از قسم چون ست و از مخلوقاتِ حق ست سُبحانهٗ،
كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ و تحقیق و تفصیل ایں اشتباہات در مکاتیبِ شریفه حضرتِ
امام ربّانی مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنه بانکشافِ تمام موجود ست، راقم گوید
که چند سال بنده را ایں چنیں مغالطه در پیش آمده است و قبل از رسیدن در مقامِ
توحید سخناں خلافِ شرع از زبانش سر می زده اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

[حاشیہ: ۶ تیس برس ۔ ... وکان اللہ ولم یکن معہ شیٔ ... ۶۱]

ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ لوگ زیادہ بیباک ہو جاتے ہیں اور توحید کے اشعار سن کر خود کو ان اشعار کے کہنے والوں کا ہم حال سمجھنے لگتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایسے احوال والوں کے لئے بھی آداب و شرائط ہیں جو ان میں موجود نہیں، ان کے اہم ترین شرائط میں سے ایک سب سے بڑی شرط سنتِ سنیہ (صحیحہ) کی پیروی اور بدعتِ ناپسندیدہ سے پرہیز ہے۔ پہلے زمانے کے بزرگوں کی حکایات پرہیزگاری اور تقوی میں مشہور ہیں۔ کچھ لوگوں کو عنصرِ ہوائی کی سیر حاصل ہو جاتی ہے چونکہ اس عنصر میں لطافت زیادہ ہوتی ہے جو ممکنات کے تمام ذرات میں سرایت کئے ہوئے ہے اس لئے وہ ان کو وجودِ حق سمجھ لیتے ہیں اور توحیدِ وجودی کی باتیں زبان پر لانے لگتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ سیر تو دائرہ امکان میں داخل ہے اور توحیدِ وجودی کا مقام اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد ہے۔ اور بعض لوگوں کو عالمِ ارواح کے انکشاف و ظہور کی وجہ سے اور عالمِ اجسام کی نسبت ظاہر ہونے سے، اور عالمِ اجسام پر اس کے احاطہ کر لینے سے خیال ہوتا ہے کہ وہی جہان کا قیوم (نگہبان) ہے اور اسی کو وہ (نعوذ باللہ) خدا سمجھ کر پرستش کرنے لگتے ہیں، اس مقام پر بعض اکابر کو بھی دھوکا ہوا ہے۔ حضرت سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی) قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں تیس ۳۰ سال تک روح کو خدا سمجھ کر پوجتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت ان کے شاملِ حال ہوئی تو اس مقام سے اُن کو ترقی حاصل ہوئی اور وہ اس دھوکے کو سمجھ گئے۔

جاننا چاہیئے کہ روح درحقیقت عالمِ امکان سے ہے مگر لامکانیت سے تعلق ضرور رکھتی ہے اور بے چونی کا رنگ بھی رکھتی ہے لیکن بیچونِ حقیقی کی بہ نسبت یہ چوں کی قسم اور حق سبحانہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور ان اشتباہات کی تحقیق و تفصیل حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکتوباتِ شریفہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ مذکور ہے (وہاں ملاحظہ کریں)۔ راقم (مصنف رحؒ) کہتا ہے کہ اس عاجز کو بھی چند سال تک اسی قسم کے مغالطے ہو گئے تھے اور توحید کے مقام پر پہنچنے سے پہلے شریعت کے

بدانند که صوفیہ عَلیہ که احوالِ توحید دارند، و بوحدتِ وجود قائل اند، پنج مراتبِ وجود را معیّن کرده اند، و حضراتِ خمس نیز می نامند، مرتبۂ اُولیٰ را وحدت می گویند، و دریں مرتبہ تعیّن اوّل که تعیّن علمی اجمالی ست اثبات می نمایند یعنی اول تعیّنے که بر احدیت مجرده متعیّن شده ہمیں تعیّن است وایں مرتبہ را تعیّنِ اول و حقیقۃ الحقائق و حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم می فرمایند، و مرتبۂ لاہوت نیز می گویند، و مرتبۂ ثانیہ را احدیت و تعیّنِ ثانیہ میگویند، وایں مرتبہ را مرتبۂ تفصیل اسماء، وصفات حضرتِ حق و مرتبہ حقائق جمیع ممکنات می گویند وایں مرتبہ را مرتبۂ جبروت می گویند، وایں ہر دو تعیّن را در مراتبِ وجوب اثبات می کنند، و مرتبۂ ثالثہ را مرتبۂ عالمِ ارواحِ ملکوت می شمارند، و مرتبۂ رابعہ را مرتبۂ عالمِ مثال و مرتبۂ خامسہ را مرتبۂ عالم اجسام و ناسوت قرار داده اند وایں مراتبِ سہ گانہ را مراتبِ امکانی گفتہ اند، و احکامِ یکمرتبہ را بر مرتبۂ دیگر ثابت کردن پیشِ ایشاں زندقہ است۔ بیت

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی اسم یکمرتبہ واحکامِ او بر مرتبۂ دیگر اطلاق نمودن وجاری ساختن کفرست صریح مثلاً در مرتبۂ ناسوت که نام آں مرتبہ انسان ست، وحکم او عجز و بے چارگی و عابدیت ست، و در مرتبۂ وحدت که نام آں مرتبہ اللہ، وحکمِ او استغنا و بے نیازی و معبودیت ست، ایں ہر دو اسماء واحکام را یکے ساختن نزدِ صوفیہ محققین کفر محض دارند الحاد صرف ست، بشنو بشنو که چوں ایں

خلاف بعض باتیں منہ سے نکل جاتی تھیں (میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں)۔
جاننا چاہیئے کہ وہ صوفیہ جو توحیدِ وجودی کا احوال رکھتے اور وحدتِ وجود کے قائل ہیں اس وجود کے پانچ مراتب متعین کرتے ہیں ان کو "حضراتِ خمس" بھی کہتے ہیں۔ پہلا مرتبہ جو محض احدیت پر متعین ہوا ہے اسے وحدت کا پہلا تعین کہتے ہیں اور اس مرتبہ یا مقام پر پہلے تعین کا اثبات کرتے ہیں جو علمی اور اجمالی تعین ہے اس مرتبے کو تعینِ اول، اور حقیقت الحقائق اور حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مرتبۂ لاہوت بھی کہتے ہیں۔ اور دوسرے مرتبہ کو واحدیت اور تعینِ ثانی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو حق سبحانہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تفصیل کا مرتبہ اور حقائق جمیع ممکنات کا مرتبہ اور مرتبۂ جبروت بھی کہتے ہیں۔ اور ان دونوں تعین کو مراتبِ وجوب میں شمار کرتے ہیں اور تیسرے مرتبہ کو عالم ارواح یا ملکوت کہتے ہیں اور چوتھے کو عالمِ مثال کا مرتبہ دیتے ہیں۔ اور پانچویں کو عالمِ اجسام یا ناسوت کا مرتبہ قرار دیتے ہیں اور ان تینوں موخر الذکر مراتب کو مراتبِ امکانی کہا گیا ہے اور ایک مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبے کے احکام ثابت کرنا ان کے نزدیک زندقہ سمجھا گیا ہے۔ بیت

ہر مرتبے کا حکم جدا ہے وجود میں ۔۔۔ قائم نہیں جو فرق تو زندیقیت ہے وہ

یعنی ایک مرتبے کا نام اور حکم دوسرے مرتبے کے لئے مقرر کرنا صریح کفر ہے مثلاً ناسوت کے مرتبہ کا نام انسان ہے اور اس کا حکم عجز و نیاز اور عبادت کرنا ہے، اور وحدت کے مرتبے کا نام اللہ ہے اور اس میں بے پروائی، بے نیازی اور معبودیت کا حکم عائد ہے، تو ان دونوں کے نام اور حکم کو ایک بنا دینا صوفیۂ محققین کے نزدیک کفر اور ازندادِ محض ہے۔ خوب سن لو کہ اگر ان پانچوں مراتب کو غور و تامل اور گہری نظر سے دیکھو گے تو یہ سب کے سب ولایتِ صغریٰ ہی کے دائرے میں داخل نظر آئیں گے (اور علم اللہ تعالیٰ کو ہے) کیونکہ جب لطائفِ خمسہ کی تفصیلی سیر واقع ہوتی ہے

مراتب خمسہ را بہ تعمّقِ نظر فکر نمودہ می شود، ہمہ داخلِ دائرہ ولایتِ صغریٰ مشہود می گردد۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔ زیرا کہ چوں لطائفِ خمسہ را سیرِ تفصیلی واقع می شود، اول گذر ایشاں در دائرۂ امکان واقع خواہد شد، وعالمِ اجسام وارواح وملکوت ومثال کہ ہمہ داخل دائرۂ امکان اند، مشہودِ سالک خواہند شد، بعد از قطع ایں دائرہ چونکہ عروج خواہد شد، در دائرۂ ولایتِ صغریٰ قدم خواہد نہاد، ودریں دائرہ سیرِ ظلال اسماء وصفات واقع می شود وایں ظلال در نظرِ سالک عین اسما وصفات مشہود می گردد، وچوں ہر نقطہ ازیں دائرہ از مبداءِ خود ناشی ست، چونکہ بعد از قطع تفصیلے باں نقطہ اجمالی خواہد رسید، آں نقطہ را حقیقتِ محمّدی وتعیّنِ اول کہ تعیّنِ علمی ست، میداند، وفوق آں نقطہ ذات بحت واحدیّتِ مجردہ خیال می کند۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں　　کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

باید دانست کہ ایں دائرہ ظلالِ اسماء وصفات مبداءِ تعین جمیع ممکنات ست سوائے انبیاءِ عظام وملائکہ کرام علیہم السلام بدانکہ ہر فردے از افرادِ عالم را از جنابِ الٰہی عَلَى التَّوَاتُرِ وَالتَّوَالِي فیوضاتِ تازہ می رسد، از قسم وجود وحیات ونعمتہائے دیگر کہ تعدادِ آں از احاطۂ بشری بیرون ست، وآں فیوض بتوسطِ صفاتِ ظلالِ آں واسطہ اند، درمیانِ مخلوقات وذاتِ حق اگر ایں اسماء وصفات نمی بودند، عالم کہ معدوم محض بود، وجود وبقا نمی یافت، زیرا کہ حضرتِ ذات کہ بکمال استغنا موصوف ست بعالم مناسبتے ندارد،

تو ان کا گذر پہلے دائرہ امکان میں ہوتا ہے اور عالم اجسام، عالم ارواح، و عالم ملکوت، و عالم مثال جو سب کے سب دائرۂ امکان میں داخل ہیں سالک کے لئے مشاہدہ میں آجاتے ہیں، پھر اس دائرے کے طے کرنے کے بعد چونکہ لطائف کو عروج ہوگا تو سالک اس عروج کے وقت ولایتِ صغریٰ میں قدم رکھے گا اور اسی دائرے میں اسماء و صفات کے ظلال کی سیر ہوتی ہے اور یہ ظلال سالک کی نظر میں اسماء و صفات کا عین دکھائی دینگے - اور چونکہ ہر دائرہ اپنے مبدا کے نقطے سے بڑھتا ہے اور سیرِ تفصیلی قطع کرنے کے بعد اس نقطۂ اجمالی پر جب نظر پڑے گی تو اس نقطہ کو حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تعینِ اول (جو تعین علمی ہے) سمجھے گا - اور اس نقطے کے فوق میں ذاتِ محض اور احدیتِ مجردہ خیال کرے گا - (اللہ تعالیٰ تو اس سے کہیں برتر ہے) - بیت

اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

جاننا چاہیئے کہ اسماء و صفات کے ظلال کا یہ دائرہ تمام ممکنات کے تعینات کا مبداء ہے لیکن انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ افرادِ عالم کے ہر ہر فرد کو بارگاہ الٰہی سے پے در پے اور متواتر نو بہ نو فیوضات پہنچتے رہتے ہیں جیسے وجود و حیات اور دیگر بہت سی نعمتیں جن کی تعداد احاطۂ بشری سے خارج ہے اور یہ تمام فیوض صفات اور ان کے ظلال کی وساطت سے مخلوقات اور ذات حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں، اگر یہ اسماء و صفات نہ ہوتے تو یہ عالم جو محض معدوم تھا وجود نہ پاتا - اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ کی ذات پاک جو کمال استغنا اور بے پروائی کے ساتھ موصوف ہے اس کو عالم کے ساتھ فی حدِ ذاتہا تو کسی قسم کی بھی مناسبت نہیں ہے —

إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ۝ پس ہر شخصے از اشخاصِ عالم را از ظلے از ظلالِ صفات کہ آں ظلال لاتناہی ست، فیوض وکمالات می رسد وآں ظل را مبدأ تعین وحقیقتِ ایں شخص می گویند، وعین ثابت نیز می نامند آنکہ صوفیہ گفتہ اند، اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ اشارت بہمیں ظلال ست، وچوں لطیفہ داخل دائرۂ ولایتِ صغری شد، در اصل و حقیقتِ خود فانی ومستہلک خواہد شد، وبقا بآں حقیقت خواہد یافت، پس فنا لطیفۂ قلب در تجلی فعلی خواہد شد، دریں وقت افعالِ خود وافعال جمیع مخلوقات از نظرش مختفی خواہند بود، وبجز فعلِ یک فاعلِ حقیقی در نظرش نخواہد آمد، ولایت[1] ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام می فرمایند، پس سالکے کہ از راہِ ایں ولایت داخل مقصود شود اورا آدمی المشرب می گویند۔ وفنا لطیفہ روح در صفاتِ ثبوتیہ[2] حق سبحانہ میشود، دریں وقت سالک صفاتِ خود را از خود وصفاتِ جمیع مخلوقات را از جمیع مخلوقات مسلوب ساختہ بحضرت حق سبحانہ منسوب خواہد دید، وچوں وجود کہ اصلِ جمیع صفات ست وجود را از خود واز جمیع ممکنات نفی ساختہ اثبات آں را غیر از حضرتِ حق سبحانہ نخواہد کرد، لاجرم بتوحیدِ وجودی قائل خواہد شد و ولایت ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السلام می فرمایند

(حاشیہ: حقیقت ہر شخص ومبدأ التعین وعین ثابت آں شخص اصل ذات آں — از لطائف خمسہ — تفصیل ست مر مابل قبل خود را)

---

[1] بدانکہ لطائف عالم امر را بہ چند پیغمبران علیہم السلام مرحمت فرمودہ اند، لطیفۂ قلب را بحضرت آدمؑ ولطیفۂ روح را بحضرت نوحؑ وبحضرت ابراہیمؑ ولطیفۂ سر را بحضرت موسیٰؑ ولطیفۂ خفی را بحضرت عیسیٰؑ ولطیفۂ اخفیٰ را بحضرت محمد رسول اللہ علیہ وعلیہم افضل الصلوات والتسلیمات ۱۲۔

[2] از حیات وعلم وقدرت واراده وکلام وسمع وبصر وتکوین۔

ترجمہ

(بیشک اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے بے نیاز ہے) پس دنیا کے ہر شخص کو اشخاصِ عالم میں سے صفات کے غیر متناہی ظلال میں سے کسی ایک ظل سے فیوض وکمالات حاصل ہوتے ہیں، اس ظل کو اس شخص کے تعین اور حقیقت کا مبداء کہتے ہیں اور اس کا عین ثابتہ بھی کہتے ہیں، صوفیہ کرامؒ کا یہ قول (اللہ تعالیٰ کی طرف موصل راستے انفاسِ خلائق کے شمار کے برابر ہیں) انہی ظلال کی طرف اشارہ ہے۔

اور لطائفِ خمسہ میں سے جب کوئی لطیفہ ولایتِ صغریٰ کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے، تو اپنے اصل اور اپنی حقیقت میں فانی اور نیست ونابود ہوکر اس اپنی حقیقت کے ساتھ اُسے بقا حاصل ہوتی ہے۔ پس لطیفۂ قلب کی فنا، تجلیٔ فعلی میں ہوتی ہے اور ایسے وقت میں خود کے افعال اور مخلوقات کے افعال اس کی نظر سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں اور بجز ایک فعل فاعل حقیقی کے اس کی نظر میں اور کچھ بھی نہیں آتا، اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی ولایت کہتے ہیں، پس وہ سالک جو ولایت کی اس راہ سے اپنے مقصد میں داخل ہوتا ہے اس کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔ اور لطیفۂ روح کی فنا حضرتِ حق سبحانہ تعالیٰ کی صفاتِ ثبوتیہ میں ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں سالک اپنی صفات کو خود اپنے سے اور تمام مخلوقات کی صفات سے منفی کرکے حق سبحانہ سے منسوب ہوجاتا ہے اور سالک جب وجود کی جو تمام صفات کی اصل ہے اپنے آپ سے اور تمام ممکنات سے بھی نفی کرکے بجز حضرتِ حق سبحانہٗ کے اور کسی کے لئے اثبات نہیں کرے گا تو اس وقت خواہ مخواہ توحیدِ وجودی کا قائل و معتقد ہوجائیگا اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی ولایت قرار دیتے ہیں پس جو سالک کہ اس ولایت کے راستہ سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔

پس سالکے کہ ازیں راہ ولایت واصل خواہد شد، اورا ابراہیمی المشرب می گویند۔ اگر سائلے سوال کند، کہ تو توحید وجودی را در لطیفہ روح کہ ولایتِ ابراہیمی ست ارقام نمودی با آنکہ حضرت خلیل علیہ السلام دائرہ نفی را بہ تمام وکمال طے فرمودہ، و ہیچ دقیقہ از دقائقِ شرک فرو نگذشتہ، لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ گویاں متوجہ حضرت ذات مجردہ کہ وراء الوراء ست گشتہ فرمودند[1] اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ جوابِ آں بچند وجوہ گفتہ میشود۔ جواب اول آنکہ در لطیفہ روح اگرچہ توحید وجودی منکشف شود، ولیکن ایں توحید نہ مثل توحیدست کہ در سیر لطیفہ قلب واضح شدہ بود، کہ آنجا وجود ممکنات را از غلبۂ محبت وجود حضرتِ حق سبحانہ می یافت واینجا وجود راکہ خیرِ محض و برکت صرف ست، غیر از حق سبحانہ را اثبات نمی کند، وممکنات را عدم محض[2] ناچیز صرف مے یابد، عدم را وجود انگاشتن ووجود را بر عدم محمول ساختن از کمالِ غلبہ سکر و بے شعوری[3] ست۔ بیت

نہ آں ایں گردد ونے ایں شود آں ... ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

جواب دوم آنکہ اُنس از خواصِ روح ست، سالک را دریں مقامِ اُنس خاص بحق سبحانہ پیدا می گردد، ضرورۃً روی از ہمہ برتافتہ، متوجہ محبوب خود کہ حضرت ذات ست میشود۔ جواب سوم آنکہ ولایتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام ولایتِ کبریٰ ست، کہ در آنجا قرب اسماء، وصفات وشیونات حضرتِ حق است ومورد احوال آں ولایت لطیفہ نفس است وآنچہ دراں ولایت منکشف میشود۔

---

[1] پس شانِ شان ازیں توحید بدرجہا اعلیٰ وفوق ست۔ [2] پس آں شایان شانِ شان نبود بلکہ نقصان داشت اما ایں نہ چنیں ست۔ [3] وامرے کہ بے اختیار از ایشاں درآید زیانے ندارد۔

اگر کوئی سوال کرے کہ تم نے توحیدِ وجودی کو لطیفۂ روح کے ذیل میں (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولایت ہے لکھا ہے) حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دائرۂ نفی کو پوری طرح طے فرمالیا تھا اور شرک کے ہر دقیقہ سے کوئی ایک دقیقہ بھی باقی نہیں چھوڑا تھا (میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا) کہتے ہوئے حضرت ذات مجردہ کی طرف جو وراء الوراء ہے متوجہ ہوکر فرمایا تھا (بیشک میں نے متوجہ کیا اپنا چہرہ اس کی طرف جس نے بنائے آسمان و زمین سب سے ایک طرف ہوکر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)۔ اس سوال کا جواب چند صورتوں میں دیا جاتا ہے۔

پہلا جواب: اگرچہ توحیدِ وجودی لطیفۂ روح میں ظاہر ہو جاتی ہے لیکن یہ توحید اس توحید کی طرح نہیں ہے کہ جو لطیفۂ قلب کی سیر میں واضح ہوئی تھی اور اس موقع پر ممکنات کے وجود کو حق سبحانہ کے وجود کی محبت کے غلبہ سے پایا گیا تھا اور اس جگہ وجود کو جو محض خیر ہی خیر اور برکت ہی برکت ہے سوائے حق سبحانہ کے اور کسی دوسرے کیلئے ثابت ہی نہیں کرتا اور ممکنات کو تو عدم محض اور بالکل ناچیز ہی اعتقاد کرتا ہے۔ عدم کو وجود خیال کرنا اور وجود کو عدم پر محمول کرنا سکر کے کمال غلبہ اور بے شعوری کی وجہ سے ہے: بیت

نہ وہ یہ ہے نہ یہ وہ ہے سمجھ لو ہر اک مشکل یونہی ہوتی ہے آساں

دوسرا جواب: یہ ہے کہ انس و محبت روح کی ایک خاص خاصیت اور لازمی صفت ہے، سالک کو اس مقام میں حضرتِ حق سبحانہٗ سے خاص انس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ لازمی طور پر سب سے منہ پھیر کر اپنے محبوب یعنی ذاتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

تیسرا جواب: انبیاء علیہم السلام کی ولایت ولایتِ کبریٰ ہے اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات و شیونات کا قرب سالک کو میسر آتا ہے اور اس ولایت کے حالات کا محلِ ورود لطیفۂ نفس ہے اور اس ولایت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے

توحیدِ شہودی ست و معارفِ دیگر نہ توحید وجودی کہ انکشاف آں در قرب ظلال اسماء و صفات ست، نہ عینِ آنہا و آنچہ ولایتِ لطائف عالَم امر را منسوب بحضرات انبیاء علیہم السلام می فرمایند معنیش آنست کہ قربیکہ لطائفِ خمسہ عالم امر را حاصل می شود، ظلِ قربی ست کہ انبیاءؑ را در مقامِ اصل حاصل شدہ است مثلاً قربے کہ در لطیفۂ روح حاصل میشود ظلِّ قرب ولایتِ خلیلی ست، وقس علیٰ ہذا۔

جوابِ چہارم آنکہ اگرچہ ولایت لطیفۂ روح ولایت خلیلی ست علیہ السلام لیکن در مقامِ نبوت آنحضرتؐ را شانے است کہ بعد از حضرت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم افضل انبیا شدہ اند، و معارف مقامِ نبوت بمعارف ولایت ہیچ مناسبتے ندارد، بلکہ صاحبِ مقامِ نبوت را از معارفِ توحیدِ وجودی ہزاراں ننگ و عارست۔

بر سرِ اصل سخن رویم و گوئیم کہ فنارِ لطیفۂ سِر در شیوناتِ ذاتیہ حضرتِ حق می شود، و دریں مقام سالکِ ذاتِ خود را در حضرتِ حق سبحانہ مضمحل می یابد، و ولایت ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام می گویند، پس سالکے کہ ازیں راہ ولایت واصل مقصود شود، او را موسوی المشرب خواہند گفت، و فناءِ لطیفہ خفی در صفاتِ سلبیہ او تعالیٰ ست، دریں مقام سالک تفریدِ جنابِ کبریا از جمیع مظاہر می فرماید و ولایت ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام می گویند، پس سالکے کہ ازیں راہ ولایت واصل می شود، او را عیسوی المشرب خواہند گفت۔ راقم گوید عفی عنہ در ابتدا مناسبتِ خود

وہ توحیدِ شہودی ہے اور اس کے معارف کا انکشاف، نہ کہ توحید وجودی. کیونکہ اس کا انکشاف اسماء وصفات کے ظلال کے قرب میں ہوتا ہے نہ کہ اسماء وصفات کے عین میں اور جو کچھ کہ لطائفِ خمسہ کی ولایت میں عالمِ امر کو انبیاء علیہم السلام سے جو نسبت دیتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ میں جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ اس قرب کا ظل ہے جو انبیاء علیہم السلام کو اس کی اصل کے مقام میں حاصل ہوا ہے. مثلاً وہ قرب جو لطیفۂ روح میں حاصل ہوتا ہے وہ ولایتِ خلیلؑ کے قرب کا ظل ہے وغیرہ۔ اور اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کرلیں۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ اگرچہ لطیفۂ روح کی ولایت خلیلی ولایت ہے لیکن نبوت کے مقام میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خاص شان و بزرگی ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت افضل ہیں اور مقامِ نبوت کے معارف، ولایت کے علوم و معارف سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے بلکہ صاحبِ مقامِ نبوت کو تو توحیدِ وجودی کے علوم و معارف سے ہزاروں ننگ و عار ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لطیفۂ سرّ کی فنا حضرتِ حق سبحانہٗ کی شیوناتِ ذاتیہ میں ہے کیونکہ اس مقام پر سالک اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں مضمحل (نیست و نابود) پاتا ہے اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک اس راہِ ولایت سے اپنا مقصود پالیتا ہے اس کو موسوی المشرب کہتے ہیں ـــ اور لطیفۂ خفی کی فنا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ سلبیہ میں ہوتی ہے۔ اس مقام پر سالک حضرتِ حق جل وعلا کو تمام مظاہر سے علیحدہ ممتاز پاتا ہے اور اس لطیفے کی ولایت کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کہتے ہیں پس جو سالک اس ولایت کے راستے سے واصل (باللہ) ہوتا ہے اسکو عیسوی المشرب

بحضرت عیسیٰ علیہ السلام دریافت کردہ مبدأ تعین خود را اسم المحیی معلوم کردہ بودم بعد از مدتِ بسیار بخدمتِ مبارک حضرت پیر دستگیرؒ خود عرض کردم کہ مناسبتِ خود بجناب حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام دریافت نمودہ ام، آنحضرت توجہ فرمایند کہ از ولایتِ عیسوی بولایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فائض شوم، آنحضرتؒ ارشاد کردند کہ ما توجہ می کنیم، تو نیز متوجہ باش، الحال از برکتِ توجہ ایشاں امیدوارم کہ ترقی شدہ باشد، و فناء لطیفۂ اخفیٰ در مرتبہ شانِ الٰہی ست کہ جامع ایں ہمہ مراتب ست دریں مقام سالک متخلق باخلاقِ الٰہی میشود، بدانکہ حضرت امامِ ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہذیبِ لطائف جدا جدا می فرمودند لیکن فرزندِ گرامی آنحضرتؒ اعنی حضرتِ ایشاں محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و خلفائے ایشاں راہ کوتاہ ساختہ تہذیب لطیفۂ قلب فرمودہ بہ تہذیب لطیفۂ نفس می پردازند، کہ در ضمنِ ایں ہر دو لطیفہ لطائفِ اربعہ را تہذیبے بہم می رسد، لیکن جناب مبارک حضرت پیر دستگیر قلبی و روحی فداہ بہمہ لطائف توجہ می فرمایند، و بندہ را بمراقبۂ ہر یک لطیفہ جدا جدا نیز امر فرمودہ اند، چنانچہ مراقبۂ قلب را بایں طریق فرمودند، کہ قلب خود را مقابلِ قلبِ مبارک حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ بجنابِ الٰہی عرض باید کرد کہ فیضِ تجلئ افعالی کہ از قلبِ مبارک حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بقلبِ حضرت آدم علیہ السلام رسیدہ است، در قلبِ من برسد، و قلوب مشائخ کرام را کہ تا بحضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم وسائطِ فیض اند مانند عینک باید داشت و ہمچنیں لطیفۂ روح خود را

کہتے ہیں۔ راقم الحروف (مصنفؒ) کہتا ہے کہ شروع میں میں نے اپنی مناسبت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کرکے اپنے تعین کے مبدأ کا نام "المحی" معلوم کیا تھا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد اپنے حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ میں اپنی مناسبت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پاتا ہوں، اب حضور توجہ فرمائیں کہ ولایتِ عیسوی سے منتقل ہوکر ولایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فائض المرام ہوجاؤں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم توجہ کرتے ہیں تم بھی متوجہ ہوجاؤ۔ امیدوار ہوں کہ حضرتؒ کی برکت سے ضرور ترقی ہوئی ہوگی ——— اور لطیفۂ اخفیٰ کی فناء شانِ الٰہی کے اس درجے و مرتبے میں ہے جو ان سب مراتب پر مشتمل اور سب کا جامع ہے۔ اس مقام پر سالک اخلاقِ الٰہیہ سے متخلّق ہوجاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے لطائف کی جدا جدا تہذیب فرمائی تھی لیکن حضرت کے فرزندِ گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ اور ان کے خلفاء نے اس راہ کو مختصر کردیا اور لطیفۂ قلب کی تہذیب فرماکر لطیفۂ نفس کی تہذیب فرمائی ہے کیونکہ ان دونوں لطیفوں کے ضمن میں (بقیہ) چار لطیفوں کی تہذیب بھی بہم پہنچ جاتی ہے لیکن ہمارے حضرت پیر دستگیر (جن پر میرا قلب اور جان قربان ہو) تمام لطائف پر توجہ فرماتے ہیں اور اس عاجز کو ہر ایک لطیفے کے مراقبے کیلئے الگ الگ امر فرمایا ہے چنانچہ مراقبۂ قلب کو اس طریقہ پر فرمایا ہے کہ اپنے قلب کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کے مقابل رکھ کر جنابِ الٰہی میں عرض کریں کہ تجلی افعالی کا وہ فیض جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں پہنچا ہے میرے قلب میں پہنچے۔ اور مشائخ کرام رحم کے قلوب جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک (سلسلہ رکھتے ہیں) فیض کا واسطہ اور ذریعہ ہیں انھیں عینک (آئینہ) کے مانند سمجھیں۔ اسی طرح اپنے لطیفۂ روح کو

مقابل روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ بجناب الٰہی عرض نماید کہ فیضِ تجلیات صفاتِ ثبوتیہ کہ از روحِ مبارک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروح حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السلام رسیدہ است، در لطیفۂ روحِ من فائض شود، وہمچنیں لطیفۂ سِرّ خود را مقابل سِرِّ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ عرض کند، کہ الٰہی فیضِ شیوناتِ ذاتیہ حضرتِ حق کہ از لطیفہ سِرِّ مبارک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم در سِرِّ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام رسیدہ است در سِرِّ من برسد، بعد ازاں لطیفۂ خفی خود را مقابل لطیفۂ خفی حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم دارد، وعرض کند کہ الٰہی فیضِ تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ[1] کہ از خفی مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسیدہ است، در لطیفۂ خفیِ من فائض شود، من بعد لطیفۂ اخفیٰ خود را مقابل لطیفۂ اخفیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ عرض کند کہ الٰہی فیض تجلیات شانِ جامع خود را کہ در اخفیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسانیدۂ در اخفیٰ من برساں، باید دانست کہ ولایت ایں لطائف ہمہ در دائرۂ ولایتِ صغریٰ میشود بلکہ ایں لطائف را عروج تا بدائرۂ اولیٰ ولایتِ کبریٰ[2] می شود، بدانکہ چنانچہ در دائرہ امکان مراقبۂ احدیت می کنند، ہمچناں در ولایتِ صغریٰ بمراقبۂ معیت کہ مفہوم آیہ شریفہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ است می فرمایند وتمام شدن سیر دائرۂ امکان را اگر کشف طالب دارد، خود خواہد دانست، یا شیخ

---

[1] مانند آنکہ خدا تعالیٰ از ہر عیب و نقصان پاک است نہ زمانی ست نہ مکانی نہ جسم دارد نہ مادہ وغیرہ وغیرہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ [2] کہ متضمن سہ دائرہ ویک قوس است ۱۲۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ روحِ مبارک کے مقابل رکھ کر جنابِ الٰہی میں عرض کریں کہ تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کا فیض جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ روح سے حضرت نوح وابراہیم علیہما السلام کے لطیفۂ روح میں پہنچا ہے میرے لطیفۂ روح میں پہنچا دے ـــــ اسی طرح اپنے لطیفۂ سر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ سرّ کے مقابل رکھ کر یوں دعا کرے کہ بارِ الٰہا اپنے شیوناتِ ذاتیہ کا فیض جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ سرّ سے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفۂ سر میں پہنچا ہے میرے لطیفۂ سر میں پہنچا دے ـــــ اس کے بعد اپنے لطیفۂ خفی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ خفی کے مقابل تصوّر کر کے عرض کریں کہ الٰہی اپنی تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ کا فیض جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفۂ خفی تک پہنچا ہے میرے لطیفۂ خفی میں پہنچا دے۔ ـــــ اس کے بعد اپنے لطیفۂ اخفیٰ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل خیال کر کے عرض کریں کہ الٰہی اپنی تجلیاتِ شانِ جامع کا فیض جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ اخفیٰ میں تو نے پہنچایا ہے میرے لطیفۂ اخفیٰ میں پہنچا دے۔

جاننا چاہیئے کہ ان تمام لطائف کی ولایت بھی ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں حاصل ہوتی ہے بلکہ ان لطائف کو ولایتِ کبریٰ کے پہلے دائرے تک عروج حاصل ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح دائرۂ امکان میں مراقبۂ احدیت کرتے ہیں، اسی طرح ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں مراقبۂ معیت کے وقت آیۃ شریفہ (اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کے مفہوم کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور دائرۂ امکان کے سیر کی تکمیل اگر کشف رکھتا ہو تو خود ہی اپنے کشف کے ذریعے معلوم کرلے گا، ورنہ اس کا شیخ صاحبِ کشف اس کو متنبہ کر دے گا۔ اور اگر دونوں کشف نہ رکھتے ہوں تو طالب کو چاہیئے کہ اپنے قلب کی جمعیت کو ملاحظہ کرے۔ اگر خطرات نہ ہوں یا

صاحبِ کشف خواہد گفت، واگر ہر دو کشف ندارند پس باید کہ جمعیتِ قلب خود را ملاحظہ نمودہ باشد، اگر بے خطرگی یا کم خطرگی کہ خطرہ مانع حضور نشود، تا چہار گھڑی کامل برسد، پس مراقبۂ معیت شروع باید نمود و معیّتِ او تعالیٰ را با خود و ہمہ لطائف و عناصرِ خود بلکہ با ہر ذرہ از ذراتِ ممکنات ملحوظ باید داشت، تا معیتِ بے چونی او تعالیٰ با دراکِ بے چون مدرک شود، وجہاتِ ستہ را احاطہ نماید و توجہ و حضور کہ پیدا شدہ بود رُو باضمحلال آرد، آں وقت شروع در ولایتِ کبریٰ کہ ولایتِ انبیاء کرام علیہم السلام ست و دائرۂ اسماء و صفات و شیونات حضرتِ حق ست می فرمایند۔

فصل : در بیانِ ولایتِ کبریٰ کہ فنا را نا و لطیفہ نفس ست

باید دانست کہ چوں اسرارِ توحیدِ وجودی و سرِّ معیّت بریں ذرۂ بمقدار وُرود نمودند، چناں دریافت شد، کہ از عرشِ مجید[۲] بل فوق آں[۱] تا ثریٰ نورِ بے محیطِ خود و محیط ہر ذرۂ ممکنات دیدم و رنگ آں نور بسبب بے رنگی بسیاہی مناسبت داشت و مصداق[۳] وَكَانَ اللّٰهُ فِي عَمَاءٍ[۴] بود، و دراں استغراق حاصل شد، و بعضے از اسرار و علوم ایں مقام واضح گشت، تا آنکہ بتاریخ پانزدہم[۱۵] شہر ربیع الاول از ہماں[۵] سال کہ بندہ در حضور حاضر شدہ بود، و از وقت ابتدائے توجہ تا ایں ہنگام عرصہ دو[۲] ماہ و پنج روز گذشتہ بود، حضرت پیر دستگیر مدظلہم العالی توجہ بر لطیفۂ نفس بندہ فرمودند،

---

[۱] یعنی فوق تحت قدام خلف یمین و یسار۔ [۲] قال اللّٰہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استویٰ لہ ما فی السموات وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثریٰ۔ [۳] یعنی وایں ذرہ بمقدار مصداق ایں حدیث بود، ودراں ہم [۴] وہذا قطعۃ من حدیث طویل رواہ الترمذی۔ [۵] یعنی سنہ یکہزار و دو صد و بست پنجم سنہ ۱۲۲۵ھ۔ ۱۲

اسقدر کم ہوں کہ چار گھڑی تک حضور اور جمعیت کے مانع نہ ہوں تو یہ مراقبۂ معیّت شروع کریں اور اللہ تعالیٰ کی معیت کو اپنے ساتھ اور اپنے لطائف و عناصر کے ساتھ ملحوظ رکھیں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے چونی کی معیّت بے چونی کے ادراک کے ساتھ معلوم ہو سکے اور جملہ شش جہات کا احاطہ کرلے اور جب توجہ اور حضوری پیدا ہو تو اپنا منہ اضمحلال (نیستی) کی جانب پھیرے، اس وقت ولایتِ کبریٰ کے دائرے میں سیر شروع کرے کہ یہ انبیاء کرام کی ولایت ہے اور یہی اللہ پاک کے اسماء وصفات وشیونات کا دائرہ ہے۔

فصل: ولایتِ کبریٰ کے بیان میں جو کہ لطیفۂ نفس و انا کی فنا کا نام ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جب توحیدِ وجودی کے اسرار اور معیتِ حق کے رموز کی سیر اس عاجز پر وارد ہوئی تو اب معلوم ہوا کہ عرشِ مجید سے بلکہ اس کے فوق (اوپر) سے لے کر تحت الثریٰ تک ایک نور ہے جو مجھ کو اور ممکنات کے ہر ذرہ کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس نور کا رنگ اس کی بے رنگی کی وجہ سے سیاہی سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور "تھا اللہ تعالیٰ بدلی میں" کے مصداق اس میں مجھے استغراق حاصل ہوا اور اس مقام کے بعض اسرار اور علوم بھی واضح ہوئے یہاں تک کہ اسی سال پندرہ ربیع الاول (۱۲۲۵ھ) کو کہ جب سے میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابتداء توجہ سے اس وقت تک دو ماہ پانچ روز کا عرصہ گذر چکا تھا، حضرت پیر دستگیر مدظلہ العالی نے اس عاجز کے لطیفۂ نفس پر توجہ فرمائی اور اسی توجہ میں میں نے دیکھا کہ ایک نور مثل آفتاب کے میرے لطیفۂ نفس کے مطلع سے طلوع ہوا اور اس سیاہ نور کو جسے میں حضرت ذاتِ حق سمجھ رہا تھا معدوم و منتشر ہو گیا حتیٰ کہ اس نور کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ ممکنات کا وجود

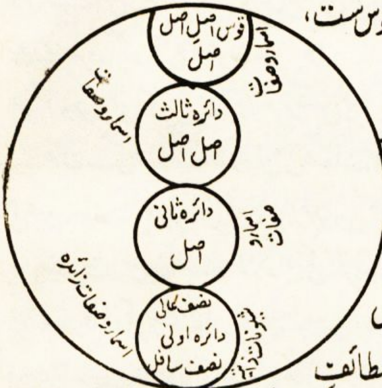
دریماں توجہ دیدم کہ آفتاب وارے از مطلع نفس طلوع نمود، وآں نور سیاہ
کہ ذات حضرتِ حق می فہمیدم، از ہم ریخت حتی کہ نام ونشانِ آں نور نماند
دیدم کہ وجودِ ممکنات کہ در نورِ سیاہ معدوم و مضمحل دریافت می شد، باز ظہور
نمود، مانند وجود ستارہا در شعشعان انوارِ آفتاب، لیکن در سیرِ قلبی تیزیٔ بصر
ایں قدر نبود، کہ در وجود ممکن وواجب تمیز تواں کرد، لہذا قائل باتحاد شدہ بود،
چونکہ در سیرِ ولایتِ کبریٰ کہ ولایتِ انبیاء ست، ومقامِ صحو وہوشیاری ست
حدتِ نظر عنایت کردند، دیدم کہ وجودِ ممکنات البتہ ثبوتے واستقرارے
دارد، لیکن وجودِ اشیاء، وجودِ ظلی دریافت شد کہ پرتوے از وجودِ الٰہی بر اعدام
تافتہ، آنرا موجود ساختہ است، وہمچنیں صفاتِ ممکنات پرتوے از صفاتِ او
سبحانہ مشہود گردید، نہ عینِ آنہا وہمیں ست معنیٔ توحیدِ شہودی کہ در لطیفۂ نفس
مشہود می شود، ازیں جا معنیٔ اقربیتِ او تعالیٰ دریاب وفرقِ دیگر درمیانِ
معیت واقربیت او بشنو، کہ غایتِ معیت اتحاد ست، وکمالِ اقربیت در
اثنینیت لیکن اگر وجود در ممکن نمودار ست، مستفاد از حضرتِ حق ست سبحانہ،
نہ از خود، واگر صفات ظاہر گشت، ہم از آنجناب ست وحقیقتِ او عدم ست،
کہ مشار الیہ ہیچ اشارت نمی تواند شد واشارتِ اَنَا وَ اَنْتَ بر وجود خواہد یافت،
نہ بر عدم پس ازیں تحقیق معلوم شد، کہ وجود اصل نسبت بوجودِ ظل بظل
نزدیک تر ست، زیرا کہ ظل ہرچہ دارد، از اصل دارد، نہ از خود واگر بر وجودِ خود
نگاہ می کند، پرتوے از اصل می یابد نہ از خود، واگر بصفاتِ خود نظر می اندازد،
ہم نوے از صفاتِ اصل می بیند، لاجرم باقربیت اصل اقرار خواہد نمود،

معنی توحید شہودی و معنی اقربیت او تعالیٰ و فرق در میان وجود اثنینیت یعنی دوگانگی

جو اس نورِ سیاہ میں معدوم و مضمحل معلوم ہوتا تھا وہ پھر ظاہر ہوا، ایسا کہ جیسے ستاروں کا وجود نورِ آفتاب کی شعاعوں میں۔ لیکن سیرِ قلبی میں نظر کی تیزی اس حد تک نہ تھی کہ ممکن اور واجب کے وجود میں تمیز کی جا سکے، لہٰذا میں وحدتِ وجود کا قائل ہو گیا تھا۔ چونکہ ولایتِ کبریٰ کی سیر میں جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت اور صحو و ہوشیاری کا ایک مقام ہے اس لئے نظر کی تیزی عنایت کی گئی اور میں نے دیکھا کہ ممکنات کے وجود کے لئے ضرور ایک نوع کا ثبوت و استقرار ہے لیکن اشیاء کا وجود ظلی وجود معلوم ہوا۔ جس کو وجودِ الٰہی کے پرتو نے اعدام پر عکس ڈال کر ان کو موجود بنا دیا ہے۔ اسی طرح سے ممکنات کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو بن کر شہود میں آئیں، وہ اللہ تعالیٰ کی عین صفات نہیں ہیں اور یہی توحیدِ شہودی کے معنی ہیں جس کا مشاہدہ لطیفۂ نفس میں ہوتا ہے، اسی مقام سے اللہ تعالیٰ کی اقربیت کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ اور دوسرا فرق اللہ تعالیٰ کی معیت اور اقربیت میں یہ ہے۔ سن لو کہ معیت کی انتہا اتحاد (وحدتِ وجود) ہے اور اقربیت کا کمال اثنینیت (دوئی) میں ہے۔ لیکن اگر ممکن کا وجود ظاہر ہوتا ہے تو وہ ازخود اللہ تعالیٰ سے استفادہ کئے ہوئے ہے نہ کہ خود اس کے اپنے پاس سے، اور اگر اس کی صفات ظاہر ہوئی ہیں تو وہ بھی اسی کی طرف سے ہے۔

اس کی اپنی حقیقت تو دراصل عدم ہی عدم ہے کیونکہ اس کے متعلق کوئی نشان دہی نہیں ہو سکتی اور اَنَا (میں) اور اَنْتَ (تو) کی نشاندہی وجود پر ہو گی نہ کہ عدم پر، پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل کا وجود ظل کے وجود کی نسبت ظل کے بہت زیادہ نزدیک ہے کیونکہ ظل کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اصل کی وجہ سے ہے ازخود نہیں، اگر وہ اپنے وجود پر نگاہ کرے تو وہ اصل کا ایک پرتو نظر آئے گا ازخود کچھ نہیں۔ اور اگر اپنی صفات پر نظر ڈالے تو اصل کی صفات کا نمونہ معلوم ہو گا اور بیشک اصل کی اقربیت کا اقرار کرے گا۔ کیونکہ ظل کو جو قرب حاصل ہوا ہے وہ اصل کے وجود

چہ قربیکہ ظل را بخود پیدا گردیدہ است از باعثِ وجودِ اصل است، پس اصل
اقرب آمد بظل از وجودِ او، اگرچہ بیانِ اقربیت در تقریر نمی گنجد، ودر تحریر راست
نمی آید، چہ عقلِ ناقص در ادراک نزدیک تری را از خود عاجز ست، لیکن این معاملہ
ورائِ طورِ عقل ست، موقوف بر انکشافِ تام ست، باید دانست کہ دائرۂ



ولایتِ کبریٰ متضمن سہ دائرہ ویک قوس ست،
یعنی نیمہ دائرہ در دائرۂ اولیٰ از دوائرِ
ثلثہ، ولایتِ کبریٰ سیر اقربیت وتوحید
شہودی منکشف می شود ونصف
سافل این دائرہ متضمن اسماء وصفات
زائدہ است ونصف عالی آں مشتمل
بر شیوناتِ ذاتیہ تا این دائرہ عروج لطائفِ
خمسہ عالم امر میشود، ومورد فیض این دائرہ لطیفۂ نفس ست، باشرکت لطائف
مذکورہ ودرین دائرہ مراقبۂ اقربیت یعنی مفہوم آیہ شریفہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ
مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ خیال می کنند، چوں از دائرۂ اقربیت عروج واقع خواہد شد،
سیر در دائرہ اصل خواہد افتاد، واز دائرۂ اصل بدائرہ اصلِ اصل ترقی خواہد نمود،
واز اصلِ اصل باصلِ ثالث کہ عبارت از قوس ست سیر خواہد کرد، ودریں دو نیم
دائرہ کمال استہلاک واضمحلال حاصل میشود، وچوں حضرت پیر دستگیر دریں
دوائرہ برایں بندہ توجہ فرمودند، دیدم کہ میزابِ نور بیرنگ ازیں دوائر بر لطیفۂ
نفسِ من بشدت تمام ریختند کہ وجود وہستی مرا مثلِ نمک کہ در آب افتد بتمام گداخت

ے یعنی نصف سافل ونصف عالی دائرہ اولیٰ ۱۲

کی وجہ سے ہے، پس ظل کے لئے اصل اس کے وجود میں اقرب ہے، اگرچہ اقربیت کا بیان تقریر میں نہیں سما سکتا اور تحریر میں بھی ٹھیک نہیں آسکتا کیونکہ ناقص عقل اپنے سے زیادہ قریب کی چیز کا ادراک کرنے سے عاجز ہے لیکن یہ معاملہ تو عقل کے قانون سے دور اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ولایتِ کبریٰ کے دائرے میں تین دائرے اور ایک قوس ہے یعنی آدھا دائرہ اور ولایتِ کبریٰ کے تین دائروں میں سے پہلے دائرے میں اقربیت کی سیر اور توحیدِ شہودی ظاہر ہوتی ہے۔ اس دائرے کے نیچے کا نصف حصہ اسماء وصفاتِ زائدہ پر مشتمل ہے اور اوپر کا نصف حق سبحانہ کے شیوناتِ ذاتیہ پر مشتمل ہے اس دائرے تک عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کا عروج ہوتا ہے اور اس دائرے کا موردِ فیض لطیفۂ نفس ہے جس میں لطائفِ مذکورہ بھی شریک ہیں۔ اس دائرے میں مراقبۂ اقربیت یعنی آیتِ شریفہ (ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کا تصور (خیال) کرتے ہیں۔ اور سالک کو جب دائرۂ اقربیت سے عروج ہوگا تو اس کی سیر اصل کے دائرے میں ہوگی اور دائرۂ اصل سے اصل کی اصل کے دائرے میں ترقی ہوگی۔ اور اصل کی اصل سے تیسری اصل میں یعنی قوس کی طرف سیر ہوگی۔ اور اسی پہلے دائرے کے نصف تحتانی و نصف فوقانی میں استہلاک و اضمحلال پورا حاصل ہو جاتا ہے۔

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے ان سہ گانہ دائروں میں مجھ عاجز پر توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ ان دائروں سے میرے لطیفۂ نفس پر بے رنگ کے نور کا ایک پرنالا بڑی شدت سے گرایا گیا ہے اور میری ہستی کا تمام وجود گھل گیا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے حتیٰ کہ میرے وجود کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور عین و اثر کے زوال کا مقام میسر ہوگیا۔

ستی کہ نام ونشان از وجودِ من باقی نماند، و زوالِ عین واثر میسر شد، واطلاق لفظِ انا بر خود متعذر دانستم و موردے برائے انا نیافتم، حتیٰ کہ در دریائے عدمیت فرو رفتم، کہ ناپیدا کنار بود، بہ یقین معلوم گردید، کہ حقیقتِ فنا دریں ولایت میسر می شود، وآنچہ در ولایتِ سابق بود، صورتِ فنا بود، و دریں دو نیم دائرہ مراقبۂ محبت یعنی مفہوم آیۂ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ می کنند، و دریں دوائر موردِ فیض لطیفۂ نفس ست کہ عبارت از انائے سالک ست، بدانکہ مراقبۂ ایں دوائر بایں طریق می کنند، کہ خود را بخیال داخل آں دائرہ کردہ لحاظ میفرمایند[1] کہ فیضِ محبت از دائرۂ اصل اسماء وصفات بر لطیفہ انائے من وارد می شود وہمچنیں از دائرۂ اصلِ اصل فیضِ محبت بر انائے من ورود می کند، وہمچنیں از قوس کہ اصلِ ثالث ست، فیضِ محبت بریں لطیفہ می آید، و دریں دوائر تہلیلِ لسانی بلحاظ معنی نیز مفید می افتد۔

راقم گوید، عفی عنہ کہ بندہ را بتوجہ پیر دستگیر جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاہُ کشف ایں دوائر نیز شدہ است، آنچہ ما بہ الامتیاز ایں دوائر دریافتہ ام، قلت وکثرتِ انوار بضعف وقوت در عرض وطول وبیرنگی نسبتِ فوق ست بما تحتِ خود ونیز درویشانے را کہ توجہ دریں دوائر کردہ ام، اکثرے را کشفِ ایں دوائر حاصل شدہ است وعلامت قطع شدن ہر دائرہ وتمام شدنِ او آنست کہ دائرہ مثل قرصِ آفتاب بر سالک مکشوف می شود، ہر قدر از دائرہ کہ قطع میشود، ہماں قدر از دائرۂ نورانی بکمالِ شعشعاں ہویدا میگردد وآں قدر از دائرہ کہ قطع نشدہ است، مانند آفتاب کہ در وقتِ کسوف بے نور می نماید معلوم می شود

---

[1] بزبان لا الٰہ الا اللہ گفتن ۱۲

اور لفظِ آنا کا اطلاق میں نے اپنے اوپر بہت ہی دشوار سمجھا بلکہ آنا کیلئے مجھے کوئی مورد نہ ملا۔ حتیٰ کہ میں علوم کے دریائے ناپیدا کنار میں ڈوب گیا، اس وقت مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ فنا کی حقیقت تو اسی ولایت میں حاصل ہوتی ہے اور جو کچھ پہلے کی ولایت میں حاصل ہوا تھا وہ صرف فنا کی صورت تھی۔ اور اس دو نیم دائرے (پہلے دائرے کے نصفِ تحتانی اور نصفِ فوقانی) میں مراقبۂ محبت یعنی آیت (وہ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست رکھتے ہیں اس کو) کے مفہوم کا خیال کرتے ہیں۔ اور ان دائروں میں موردِ فیض وہی لطیفۂ نفس ہے کہ جس سے سالک کا آنا مراد ہے۔

جاننا چاہئے کہ ان دائروں میں مراقبہ اس طریقے سے کرتے ہیں کہ خود کو اپنے خیال میں اس دائرے کے اندر داخل کر دیتے ہیں اور لحاظ و تصور کرتے ہیں کہ اصل اسماء وصفات کے دائرے سے میرے آنا پر محبت کا فیض وارد ہو رہا ہے اور اسی طرح قوس (دائرہ اصل الاصل) سے جو کہ اصلِ ثالث ہے اس لطیفہ پر محبت کا فیض آرہا ہے۔ اور ان دائروں میں تہلیلِ لسانی (کلمۂ توحید کا زبانی ذکر) بلحاظ معنی بھی مفید ہوتا ہے۔ راقم (مصنف) کہتا ہے کہ مجھے حضرت پیر دستگیرؒ (میں ان پر قربان) کی توجہ سے ان تینوں دائروں کا کشف بھی ہوا ہے اور ان تینوں دائروں کی ایک دوسرے سے امتیاز و جدائیگی میرے علم میں عرض و طول کے اندر ضعف و قوت میں انوار کی کمی و زیادتی پر مبنی ہے و نیز ما تحت کی بہ نسبت نسبتِ فوق کے بیرنگ ہونے پر ہے۔ اور اپنے مذکورہ مکشوفہ دوائرِ سہ گانہ میں جن درویشوں کو میں نے توجہ دی اُن میں سے اکثروں پر یہ دائرے منکشف ہوئے۔ اور ہر دائرے کے قطع (طے) ہونے کی علامت یہ ہے کہ دائرہ سورج کی ٹکیا کی طرح سالک پر روشن ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر دائرہ قطع ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ نورانی ہو کر اپنی شعاعوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر دائرہ قطع نہیں ہوا ہوتا وہ اس سورج کی طرح

وعلامت تمام شدنِ دائرہ ولایتِ کبریٰ آنست، کہ معاملہ فیض باطن کہ بدماغ تعلق داشت بسینہ متعلق می شود، ایں وقت شرحِ صدر حاصل میگردد و وسعتِ سینہ آں قدر میشود، کہ از بیان خارج ست، اگرچہ در سیرِ قلبی وسعتِ قلب آں قدر شدہ بود کہ آسمانہائے متعدد درونِ قلبِ خود دیدہ بودم، و در قلبِ خود قلوب بسیار مشاہدہ نمودہ بودم، لیکن ایں وسعت فقط در قلب بود، و وسعتِ صدر کہ در ولایتِ کبریٰ حاصل می شود، شامل تمام سینہ عموماً و در محل لطیفۂ اخفیٰ خصوصاً می شود، وعلامت شرحِ صدر بطریق وجدان آنست کہ چون وچرا از احکامِ قضا مرتفع می شود، و دریں مقام نفسِ مطمئنہ می گردد، و بر مقامِ رضا ارتقا می فرماید و در جمیع احوال راضی بقضا می ماند، اگر بعد قطع شدن ایں دوائر مراقبہ اسم الظاہر نماید، و موردِ فیض ایں مراقبہ لطیفہ نفس و لطائفِ خمسہ عالم امر خیال نماید، قوتے و عرضے در نسبتِ باطن پیدا می شود چنانچہ حضرت پیر دستگیرؒ بندۂ خود را ایں مراقبہ تلقین فرمودہ بودند، و فوائد آنرا دریافتہ ام، و یاراں را ایں مراقبہ تلقین نمودہ ام، باید دانست کہ ہمچناں کہ ظلالِ اسما و صفات مبادی تعینات خلائق اند، سوائے انبیاءِ کرام و ملائکہ عظام علیہم السلام و سیر ایں مراقبہ را مسمیٰ بولایتِ صغریٰ ساختہ اند، سیر ایں مرتبہ اسما و صفات و شیونات را کہ مبادیٔ تعیناتِ انبیاء کرام اند، مسمیٰ بولایتِ کبریٰ می فرمایند، و مبادی تعیناتِ ملائکہ عظام کہ مسمیٰ بولایتِ علیا ست ہنوز در پیش ست۔

بدماغ

[illegible]

ترجمہ

معلوم ہوتا ہے جو گہن میں بے نور ہو۔ ولایتِ کبریٰ کے کامل دائرے کا طے ہونا اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ فیضِ باطن کا معاملہ جس کا تعلق دماغ سے ہے سینے سے متعلق ہوجاتا ہے اور اس وقت شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے اور سینے میں اس قدر وسعت و فراخی حاصل ہوجاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ سیرِ قلبی میں وسعتِ قلب اس قدر ہوچکی تھی کہ میں نے اپنے قلب میں متعدد آسمان دیکھے اور اسی میں بہت سے قلب بھی دیکھے۔ لیکن یہ وسعت فقط قلب ہی تک محدود تھی۔ اور وسعتِ صدر جو ولایتِ کبریٰ میں حاصل ہوتی ہے وہ عموماً تمام سینے میں اور خصوصاً لطیفۂ اخفیٰ کی جگہ ہوتی ہے اور شرحِ صدر کی پہچان وجدان کے طریقے میں یہ ہے کہ شرحِ صدر میں قضا و قدر کے احکام سے چون و چرا اور تمام اعتراضات اُٹھ جاتے ہیں اور اس مقام میں نفس بھی مطمئنہ ہوجاتا ہے اور عروج کرکے رضا کے ہر مقام پر وہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور تمام حالات میں قضا و قدر پر راضی ہوجاتا ہے۔ اگر سالک ان دائروں کے قطع کرنے کے بعد مراقبہ مسمّٰی اَلظَّاھِر کرے اور اس مراقبے کے موردِ فیض یعنی لطیفۂ نفس اور عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کا خیال کرے تو نسبتِ باطن میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز کو اس مراقبے کی تلقین فرمائی ہے اور اس کے فوائد و نتائج بھی مجھ کو حاصل ہوگئے تھے۔ اور احباب کو اس مراقبے کی تلقین بھی کی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جیسے اسماء، وصفات کے ظلال سے تمام خلائق کے تعینات (سوائے انبیاء کرامؑ اور ملائکہؑ کے) کی ابتدا ہوتی ہے اس لئے اس مراقبہ کی سیر کو ولایتِ صغریٰ کہا گیا ہے اور اسماء، وصفات و شیونات کے مراقبے کی سیر جو انبیاء کرامؑ کے تعینات کی ابتدا ہے ولایتِ کبریٰ کہی جاتی ہے اور ملائکۂ عظام کے تعینات کی ابتدا جسے ولایتِ علیا کہتے

فصل: در بیانِ ولایتِ علیا و سیرِ عناصرِ ثلثہ سوائے عنصرِ خاک و فنا و بقاءِ آنہا

چوں در دوائرِ ولایتِ کبریٰ حضرت پیر دستگیر بریں کمترین غلامانِ خود توجہات فرمودند و احوال و کیفیاتِ ہر دائرہ بریں بندہ فائض شد، تا آنکہ توجہ برائے شرح صدر فرمودند، دیدم کہ معاملۂ دماغی متعلق بصدر شد، و وُسعتِ سینہ را دریافتم از پانزدہم جمادی الثانی از سالِ مسطور توجہ بر عناصرِ غلامِ خود فرمودند دیدم کہ عناصرِ ثلثہ را جذباتِ الٰہیہ در رسید و عروجے واقع شد، و احوالِ لطیفہ و کیفیاتِ بیرنگ بر عناصر وارد شدند و ایں عناصرِ ثلثہ را فنائے در ذاتیکہ مسمی الباطن ست، میسر شد، و اضمحلال و استہلاک ایں عناصر را دراں مرتبۂ مقدسہ حاصل گردید، و بقائے بآں مرتبہ متعالیہ میسر شد، و مناسبتے بملائکہ کرام بہم رسید، زیارت ایں بزرگواراں نیز میسر شد، و خود را داخل در مقامِ ایشاں یافت۔ بدانکہ سیر در ولایتِ صغریٰ و ولایتِ کبریٰ سیرے در اسم الظاہر بود، و سیریکہ در ولایتِ علیا حاصل می شود، سیر در اسم الباطن ست، و فرقے درمیان اسم الظاہر و اسم الباطن آنست کہ در سیر اسم الظاہر تجلیاتِ صفاتی وارد می شود، بے ملاحظۂ ذات و در سیر اسم الباطن اگرچہ تجلیات اسما و صفات ست، لیکن احیاناً ذات ہم مشہود می گردد، تعالت و تقدست و صورتِ مثالی ایں دائرہ از عنایت حضرت پیر دستگیر بر ایں فقیر منکشف گشت، دیدم کہ دائرہ ولایتِ علیا ظاہر شد، لیکن مانند خطوطِ



فصل : ولایتِ علیا اور عناصرِ ثلاثہ (آب آتش باد) کی سیر اور ان کی فنا اور بقا کے بیان میں

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے ولایتِ کبریٰ میں اپنے اس نالائق غلام کو توجہ دی اور ہر دائرے کی کیفیات اور احوال مجھ پر وارد ہوتے حتیٰ کہ شرحِ صدر کے لئے توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ دماغ کا معاملہ اب سینے سے ہوگیا اور سینے کی وسعت بھی مجھ کو معلوم ہوئی۔ پھر اسی سال پندرہ تاریخ جمادی الثانی ۱۲۲۵ھ کو حضرتؒ نے اپنے اس غلام کے عناصر پر توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ تینوں عناصر (آب آتش باد) میں جذباتِ الٰہیہ کا گذر ہوا اور عروج پیدا ہوا، لطیف احوال اور بے رنگ کیفیات ان عناصر پر وارد ہوئیں اور عناصر کو اس ذات کے اندر فنا میسر ہوئی جو الباطن ہے۔ اور ان عناصر میں استہلاک اور اضمحلال اس مرتبۂ ولایت کا حاصل ہوا اور اسی مرتبہ کی بقا بھی میسر ہوئی، ملائکہ کرامؑ سے مناسبت بھی پیدا ہوئی اور ان بزرگوں کی زیارت بھی حاصل ہوئی اور میں نے خود کو ان کے مقام میں داخل دیکھا۔

سمجھ لو کہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کی سیر اسم الظاہر کی سیر میں تھی اور ولایتِ علیا میں جو سیر حاصل ہوتی ہے وہ اسم الباطن کی سیر ہے اور ان دونوں اسموں میں فرق یہ ہے کہ اسم ظاہر کی سیر میں ذات کا لحاظ کرنے کے بغیر ہی محض تجلیاتِ صفاتی وارد ہوتی ہیں اور اسمِ باطن کی سیر میں اگرچہ اسماء وصفات کی تجلیات بھی میسر آتی ہیں لیکن کبھی کبھی ذات تعالت وتقدست بھی مشہود ہوجاتی ہے، ۔ اور حضرت پیر دستگیرؒ کی عنایت سے اس دائرے کی صورتِ مثالی بھی مجھ پر ظاہر کی گئی۔ میں نے دیکھا کہ ولایتِ علیا کا دائرہ ظاہر ہوا لیکن سورج کے کرنوں کے خطوط کی طرح حضرتِ حق کی اسماء وصفات نے اس

شعاعی آفتاب اسماء و صفات حضرتِ حق ایں دائرہ را احاطہ نمودہ لیکن احیاناً بے خطوط ہم آں دائرۂ مشہود می شود، اما در کمال بے رنگی ظاہر می گردد، باز آں خطوطِ شعاعی روپوش می شوند۔ بدانکہ ولایتِ علیا مانند مغز است، و ولایتِ کبریٰ چوں پوست بلکہ ہر دائرۂ تحتانی نسبت بدائرۂ فوقانی ہمیں مناسبت دارد، مگر در کمالاتِ نبوت کہ نسبت بولایت ایں مناسبت ہم متصور نیست، و دریں دائرہ مراقبۂ ذاتی کہ مسمی الباطن ہست، می نمایند و موردِ فیض دریں ولایت عناصر ثلٰثہ اند، سوائے عنصرِ خاک و تہلیلِ لسانی و صلوٰۃِ تطوع با طولِ قنوت ترقی بخش ایں مقام ست، و دریں مقام ارتکابِ رخصتِ شرعی ہم خوب نیست، بلکہ عمل بعزیمت دریں مقام ترقی می بخشد، سرش آنست، کہ عمل برخصت آدمی را بطرف بشریت می کشد، و عمل بعزیمت مناسبتے بملکیت پیدا می کند، پس ہر قدر کہ مناسبت بملکیت زیادہ حاصل شود، ترقی دریں ولایت زود تر میسر آید و اسراریکہ دریں ولایت حاصل می شود، مانند توحیدِ وجودی و شہودی نیست کہ چیزے[۱] بہ بیان در آید بلکہ اسرار ایں ولایت لائق تر باستتار اند، و بہیچ وجہ قابلِ اظہار نیستند، خوش گفت: بیت

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ‖ ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

و اگر فی المثل چیزے گفتہ شود، عبارتے از کجا پیدا آید، کہ ایں اسرار را بیان نماید، دریافتِ ایں اسرار بدون توجہ شیخ کہ دریں ولایت تحققے پیدا نمودہ و بایں اسرار فائض گردیدہ است محال ست، ایں قدر وامی نمائم، کہ دریں وقت باطنِ سالک مظہرِ مسمی الباطن می شود فَہِمَ مَنْ فَہِمَ۔ و دریں ولایت

۱؎ یعنی آں اسرار بایں مشابہ نیست کہ چیزے از آنہا در بیان آید، و بہ بیان نرسد ۱۲

دائرے کا احاطہ کر لیا تھا، البتہ کبھی کبھی وہ دائرہ بغیر خطوط کے بھی مشہود ہوتا ہے۔ لیکن کمال بے رنگی میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ روشن اور چمکدار خطوط پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔

سمجھ لو کہ ولایتِ علیا مثل مغز کے ہے اور ولایتِ کبریٰ مثل پوست کے بلکہ ہر نچلا دائرہ اوپر والے دائرے کے مقابلے میں یہی مناسبت رکھتا ہے لیکن کمالاتِ نبوت میں نہیں کیونکہ اُن میں اِن ولایات کی نسبت نہیں ہوتی۔ اور اس دائرے میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو مسمی الباطن ہے اور اس دائرے میں موردِ فیض ان تین عناصر (آب آتش باد) کی ولایت ہے۔ اس میں تہلیلِ لسانی (کلمۂ توحید کا زبان سے ذکر کرنا) اور طویل قیام و قرأت والی نفلوں سے ترقی ہوتی ہے اور اس مقام میں بھی شریعت کی رخصت پر عمل کرنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنے سے آدمی بشریت کی طرف کھنچ جاتا ہے، اور عزیمت پر عمل کرنے سے ملکیت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے پس جس قدر ملکیت سے مناسبت بڑھے گی اسی قدر اس ولایت میں جلد ترقی حاصل ہو گی اور اس ولایت میں جو اسرار معلوم ہوتے ہیں وہ توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کی طرح نہیں ہیں کہ بیان میں آسکیں بلکہ یہ اسرار پوشیدہ رکھنے کے ہی زیادہ لائق ہیں اور کسی طرح بھی اظہار کے قابل نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: بیت

مصلحت ہی نہیں پردے کی جو کھلیں اسرار — ورنہ رندوں میں کوئی بات چھپی رہتی ہے

اور بالفرض کسی راز کے اظہار کا قصد بھی کیا جائے تو وہ الفاظ کہاں سے آئیں جن میں یہ اسرار بیان ہو سکیں اور ان اسرار کا معلوم کرنا بغیر اس شیخ کی توجہ کے ناممکن ہے جس نے اس ولایت میں کمال اتصاف پیدا کیا ہو اور ان اسرار کے فیض سے فیضیاب ہو چکا ہو۔ ورنہ ان اسرار کی دریافت تو بالکل محال ہے۔ میں صرف اسقدر ظاہر کر دیتا ہوں کہ

وسعتے در تمام بدن پیدا می شود واحوالِ لطیفہ بر تمام قالب می آید، چوں حضرت پیر دستگیرؒ بر غلامِ خود توجہ تا ایں مقام فرمودند، بندہ را ضرورتے پیش آمد کہ قصد رفتنِ رام پور کردم، واز جناب مبارک حضرتِ ایشاں استدعار رخصت کردم، بندہ را در مجمعِ اصحابِ خود خلعتِ خلافت مرحمت فرمودند، وملبوسِ خاص کہ کلاہ وقمیص وعصا وسجادہ است، عطا کردند وبدستِ خویش کلاہِ مبارک بر سر بندہ نہادند، وقمیص در بر پوشانیدند، وایں الفاظ بزبانِ شریف در آوردند، کہ چنانچہ حضرت میرزا صاحبؒ قبلہ مرا بخلافتِ خویش ممتاز فرمودند، ما ہمچناں ترا اجازتِ طریقہ عطا کردیم، باز ارشاد کردند، کہ ترا در نسبتِ خاندانِ قادری وچشتی توجہ می فرمائیم، وبندہ را برابر زانوئے مبارکِ خویش بہ نشانیدند، وعالمینِ ربانی وعارفینِ سبحانی اعنی حضرت مولانا خالد رومیؒ وحضرتِ مولوی بشارت اللہ بھڑائچیؒ را کہ از قدوۂ اصحاب واز خاص احباب حضرتِ ایشاں اند قریب بندہ بنشانیدند، اول فاتحہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ، توجہ در نسبتِ قادری کردند، در مراقبہ دیدم کہ جناب مبارک حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف ارزانی فرمودند وبطورے بر گردنِ غلامِ خود نشستہ اند کہ ہر دو پائے مبارک آں حضرت برابر سینۂ من ہستند، وآں حضرت تاجِ مکلل بر سر ولباسِ فاخرہ در بر دارند، وانوارِ مبارک آں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرا احاطہ نمودہ است ودر رنگِ نسبتِ آں حضرت رنگین گردیدم، من بعد حضرت پیر دستگیرؒ دستِ مبارک بر زانوے بندہ زدہ فرمودند، ترا در نسبتِ چشتیہ توجہ می کنم، آگاہ باش،

اس منزل میں سالک کا باطن اسم الباطن کا مصداق و مظہر ہو جاتا ہے (سمجھنے والے سمجھ گئے)
اور اس ولایت کے وقت سالک کے تمام بدن میں وسعت و فراخی پیدا ہو جاتی ہے اور لطیفے کی
کیفیت تمام جسم میں ہوتی ہے۔ جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام پر اس مقام تک کی توجہ
فرمائی تو مجھے ایک ایسی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے میں نے رام پور (ضلع مراد آباد)
جانے کا قصد کیا اور حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمتِ مبارک میں رخصت کی درخواست کی، تو
حضرتؒ نے اپنے اصحاب کے مجمع میں خلافت کا خلعت مرحمت فرمایا اور اپنا خاص ملبوس
یعنی کلاہ و قمیص اور عصا اور سجادہ عنایت فرمایا اور اپنے دست مبارک سے میرے سر پر
کلاہ رکھا اور قمیص پہنائی اور یہ الفاظ اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائے کہ جس طرح
حضرت میرزا صاحب قبلہؒ نے مجھے اپنی خلافت سے ممتاز فرمایا تھا اسی طرح میں نے
بھی تم کو طریقہ کی اجازت عطا کر دی۔ پھر فرمایا کہ تم کو خاندانِ قادری و چشتی کی نسبت
میں توجہ دیتا ہوں۔ پھر مجھ کو اپنے زانوئے مبارک کے برابر بٹھایا اور عالمین ربانی و عارفین
سبحانی حضرت مولانا خالد رومیؒ[1] اور حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب بہرائچی کو بھی جو
حضرت پیر دستگیرؒ کے اونچے درجے کے مخلص احباب میں سے ہیں میرے قریب بٹھائے
گئے۔ پھر آپ نے پہلے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر قادری
نسبت میں توجہ فرمائی۔ اس مراقبہ میں میں نے دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ
عبد القادر جیلانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ہیں اور میری گردن پر اس طرح
بیٹھے ہوئے ہیں کہ ان کے دونوں پاؤں میرے سینے کے برابر ہیں اور حضرتؓ ایک جڑاؤ
مرصع تاج اپنے سر پر، اور بدن پر نہایت فاخرہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور آں حضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انوار مبارک مجھ کو گھیرے ہوئے ہیں اور حضرت کی نسبت کے
رنگ سے میں رنگین ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے میرے زانو پر اپنا ہاتھ

---

[1] حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ کے خاص خلیفہ جن کی وجہ سے ترکیہ، شام اور مصر وغیرہ میں نقشبندیہ خالدیہ کے نام سے سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

وفاتحہ بارواحِ مبارکِ حضراتِ چشتیہ خواندہ متوجہ شدند، دیدم کہ حضرت خواجۂ خواجگان اعنی حضرت خواجہ معین الدینؒ وحضرت خواجہ قطب الدینؒ وحضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ وحضرت سلطان المشائخ نظام الدین دہلویؒ وحضرت مخدوم علاؤالدین صابر چشتی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تشریف آوردند، ونورِ نسبت ہر یکے ازیں اکابر جدا جدا معائنہ کردم، وآثارِ نسبتہائے ایں اکابر درخود یافتم، دیدم کہ حضرت نظام الدینؒ بکمال محبوبیتے کہ دارند، ظہور فرمودند، ودر پائے مبارک آنحضرتؒ رنگِ حنا دریافتہ شد، چوں ایں معاملہ گذشت، حضرت پیر دستگیرؒ فرمودند، کہ نسبت ایں اکابر جدا جدا دریافتی، بندہ عرض کرد، کہ بلے از تصدق آنحضرت، اگر ارشاد شود جُدا جُدا عرض نمایم، فرمودند، خاموش، وایں اسرار از مردمان بپوش۔ واجازت نامہ بدست خطِ خاص مزین بمہر خود فرمودہ بہ بندہ عنایت کردند، وآں اجازت نامہ ایں ست، کہ بطریق اختصار ثبت نمودہ می شود

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد وصلوٰۃ فقیر عبداللہ معروف غلام علی عفی عنہ گذارش می نماید، کہ فضائل وکمالاتِ مرتبت صاحبزادہ والا نسب حضرت حافظ محمد ابوسعید را اَسْعَدَہُ اللہُ فِی الدَّارَیْنِ اشتیاقِ کسبِ نسبتِ باطنی آبارِ کرامِ خود رحمۃ اللہ علیہم پیدا شد، ورجوع بایں فقیر آوردند، برعایتِ حقوق بزرگانِ ایشاں باایں ہمہ عدم لیاقتِ خود از اجابتِ مسئول چارہ ندیدم، وتوجہات بر لطائف ایشاں کردہ شد، بعنایتِ الٰہی بواسطۂ پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم در چندے لطائف ایشاں را جذباتِ الٰہیہ دررسید، زیرا کہ

مار کر فرمایا کہ اب تم کو نسبتِ چشتیہ میں توجہ دیتا ہوں، خبردار رہو، پھر ارواحِ مبارکہ حضراتِ چشتیہ کے لئے فاتحہ پڑھ کر توجہ فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدینؒ و حضرت خواجہ قطب الدینؒ و حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ و حضرت سلطان المشائخ نظام الدینؒ اولیا و حضرت مخدوم علاؤ الدین علی صابرؒ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم تشریف فرما ہیں اور ان اکابر میں سے ہر ایک کی نسبت کا نور میں نے جدا جدا دیکھا اور ان اکابر کی نسبت کے اثرات میں نے اپنے اندر پائے۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کمال محبوبیت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ان کے پائے مبارک میں مہندی لگی ہوئی معلوم ہوئی۔ جب یہ واقعہ گذر گیا تو حضرت پیر دستگیرؒ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے ان اکابر کی نسبت الگ الگ معلوم کر لی؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں حضور کے صدقے میں یہ سعادت حاصل ہوئی، اگر ارشاد ہو تو جدا جدا اس کا ذکر کروں۔ فرمایا: خاموش رہ، اور یہ اسرار لوگوں سے پوشیدہ رکھ اور اپنا خاص دستخطی اجازت نامہ اپنی خاص مہر سے مزین فرما کر بندہ کو عنایت فرمایا۔ اور وہ اجازت نامہ اختصار کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ گذارش کرتا ہے کہ فضائل و کمالات والے صاحبزادۂ عالی نسب حضرت حافظ محمد ابو سعید (اللہ اس کو دونوں جہان میں سعادتمند کرے) کو اپنے آباء کرام (خاندانِ مجددیہ) رحمۃ اللہ علیہم کی نسبتِ باطنی حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور انھوں نے اس فقیر سے رجوع کیا تو ان کے بزرگوں کے خیال سے لیکن اپنی عدم لیاقت کے باوجود ان کے سوال کو منظور کئے بغیر چارہ نہ دیکھ کر ان کے لطائف پر توجہ کی گئی، اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی اور پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم کے طفیل سے

معمولِ من ست، کہ توجہات بر لطائفِ خمسہ معامی کنم، وتوجہ وحضور با کیفیات وبعضے علوم واسرار ایشان را دست داد، وآں توجہ استہلاکی یافت، ورنگے از فنا در باطنِ ایشاں طاری شد، وظہورِ پرتوے از توحیدِ حالی وافعالی عباد را از نظرِ ایشاں مستور گردانید، ومنسوب بحضرتِ حق سبحانہ یافتند، پس توجہ بر لطیفۂ نفسِ ایشاں کردہ شد، بہ عروج ونزولِ آں در انجا مستہلک آں حالات گشتند، وانتساب صفاتِ خود بحضرتِ حق سبحانہ یافتند، وآنا را شکستگی رسید کہ اطلاق اَنا بر خود متعذر دانستند، ونورے از وحدتِ شہود بر باطنِ ایشاں تافت، ممکنات را مرایائے وجود توابع وجودِ حضرت حق سبحانہ شناختند، بعد ازاں توجہ والقائے انوارِ نسبت بر عناصرِ ایشاں کردہ می شود وجذبے وتوجہے عناصر را نیز دریافتہ است، فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ وآنچہ دریں نوشتہ ام باظہار واقرارِ ایشاں مسطور شد، وایں ہمہ حالات وواردات ایشاں را من ہم دریافتہ ام، واصحابِ من ہم شہادتِ آں ہمہ عنایاتِ الٰہی سبحانہ، دربارۂ ایشاں دادند، فالحمد للہ علیٰ ذٰلک، واز کرمِ کریم کارساز سبحانہ بواسطۂ مشائخِ کرام رحمۃ اللہ علیہم امیدوارم کہ بشرطِ التزامِ صحبت ترقیاتِ کثیرہ فرمایند، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ پس دریں صورتِ ایشاں را اجازتِ تلقینِ طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ دادہ شد، کہ تعلیم اذکار ومراقبات والقائے سکینہ در قلوبِ سالکان نمایند، بعنایتِ الٰہی سبحانہ وفاتحہ بارواحِ طیبہ مشائخِ قادریہ وچشتیہ رحمۃ اللہ علیہم بجہت حصولِ توسل وایشاں باں کبرائے عظام وافاضۂ فیوضِ آں اکابر در باطنِ ایشاں نیز خواندہ شد، تا دریں دو طریقۂ علیہ

شیخ ابو سعید فاتحہ

تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے لطائف میں جذباتِ الٰہیہ پیدا ہوئے کیونکہ میرا معمول یہ ہے کہ لطائف خمسہ پر اکٹھی (یکبارگی) توجہات کرتا ہوں چنانچہ توجہ، حضور معہ کیفیات اور بعضے علوم و اسرار بھی ان کو حاصل ہوئے اور اس توجہ سے ایک نوع کا استہلاک ان میں پیدا ہوا، اور ان کے باطن میں فنا کا رنگ ظاہر ہوا۔ اور توحیدِ حالی و افعالی کے پرتو کے ظہور نے بندوں کو ان کی نظر سے پوشیدہ کردیا اور انھوں نے حضرت حق سبحانہٗ سے نسبت پائی۔ پس اُن کے لطیفۂ نفس پر توجہ دی گئی اور اس کے عروج و نزول سے ان کو اس مقام میں ان حالات کے اندر استہلاک ہوا۔ اور انھوں نے حضرتِ حق سبحانہٗ سے اپنی صفات کا انتساب پایا، اور ان کے انا کو اس قدر شکستگی حاصل ہوئی کہ خود کے لئے انا کے اطلاق کو دشوار جانا۔ اور وحدتِ شہود سے ان کے باطن پر نور آیا تو انھوں نے تمام ممکنات کو حضرت حق سبحانہٗ کے وجود کا تابع اور عکس پایا۔ اس کے بعد توجہ کی گئی اور ان کے عناصر پر انوار کا القا کیا گیا تو عناصر کا جذب اور توجہ بھی ہوئی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔ اور جو کچھ بھی یہاں میں نے لکھا ہے ان کے اظہار و اقرار کے لئے لکھا ہے اور ان کے حالات و واردات کو میں نے خود بھی معلوم کرلیا ہے اور میرے اصحاب نے بھی ان کے بارے میں ان تمام عنایاتِ الٰہی کی شہادت دی ہے فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔ اور اللہ تعالیٰ کریم و کارساز کے کرم اور مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے طفیل سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ صحبت کو لازم کرلینے سے بہت زیادہ ترقیاں حاصل کرلیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ پس اس صورت میں ان کو طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ کی تلقین کی اجازت دیدی گئی کہ وہ حق سبحانہٗ کی عنایت و مہربانی سے ذکر اور مراقبے کی تعلیم اور سالکوں کے دلوں میں سکینہ و اطمینان القا کیا کریں اور مشائخ قادریہ و چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم کی ارواحِ طیبہ کے ایصال ثواب کیلئے بھی فاتحہ پڑھی گئی تاکہ ان سلسلوں کے بزرگوں کا توسل حاصل کیا جائے اور ان کے فیوض و برکات سے باطن کو فائدہ حاصل ہو۔ اور ان دو

ہر کہ از ایشاں توسل خواہد بیعت از وگیرند، وشجرۂ ایں حضرات باو عنایت فرمایند وتلقین وتربیت بطریقۂ نقشبندیہ احمدیہ فرمایند، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ آمین۔ تمّ کلامہ الشریف۔ وبعد از تمامی سلوک عبارتِ دیگر دریں اجازت نامہ افزودند انشاء اللہ تعالیٰ درجائے ازیں رسالہ اجازت نامہ را بجہتِ تبرک ایراد خواہم کرد۔

فصل، دربیان کمالاتِ ثلثہ اعنی کمالاتِ نبوت و کمالاتِ رسالت وکمالاتِ اولوا العزم

چوں بعد چند ماہ از رامپور مراجعت نمودہ بہ قدمبوسی حضرت پیر دستگیر مشرف گردیدم، حضرتِ ایشاں از ماہِ ذیقعدہ از سالِ مسطور بر عنصرِ خاک غلامِ خود توجہ فرمودند، وفیضے از کمالاتِ نبوت کہ عبارت از تجلّیٔ ذاتی دائمی ست بریں لطیفہ وُرود فرمودند معارف ایں مقام فقدانِ ہمہ معارف ست، ونکارتِ ہمہ حالاتِ باطن وبے رنگی و

دائرہ کمالاتِ نبوّت

بے کیفی نقدِ وقت می شود، ودر ایمانیات وعقائد قوتہا پیدا می شود، واستدلالی بدیہی می گردد، ومعارف ایں مقام شرائع انبیاء ست، دریں جا وسعتِ باطن آں قدر میشود، کہ وسعتِ جمیع ولایات چہ ولایتِ صغریٰ وچہ ولایتِ کبریٰ وچہ ولایتِ علیا درجنب ایں نسبت لاشئے محض وضیقِ صرف ست، و در ولایات البتہ مناسبتے بایکدیگر یافتہ می شود، اگرچہ مناسبتِ صورت و حقیقت باشد، اما دریں جا آں نسبت ہم مفقود ست، وباوجودِ فقدان ونکارتِ

طریقوں میں بھی جو شخص چاہے ان سے بیعت کرے اور ان حضرات کا شجرہ بھی وہ دے سکیں اور طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ کی تلقین و تربیت فرمائیں۔ (اے اللہ ان کو پرہیز گاروں کا امام و پیشوا بنا دے) آمین۔ یہاں تک ہمارے پیر دستگیر کا کلام تمام ہوا۔

اور سلوک کی تکمیل کے بعد اس اجازت نامہ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے مزید عبارت بھی اضافہ فرمائی۔ انشاء اللہ اسی رسالہ میں کسی جگہ (صفحہ ۱۳۲ پر) پورا اجازت نامہ بطور تبرک درج کروں گا۔

فصل: کمالاتِ ثلثہ یعنی کمالاتِ نبوت و کمالاتِ رسالت و کمالاتِ اولوالعزم کے بیان میں

جب چند ماہ کے بعد رام پور سے واپس ہو کر حضرت پیر دستگیرؒ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا تو اسی سال کے ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے میرے عنصرِ خاک پر توجہ فرمائی اور کمالاتِ نبوت کا فیض کہ جس سے مراد تجلی ذاتی دائمی ہے میرے اس لطیفہ پر وارد فرمایا۔ اس مقام کے معارف سے تمام معارف کا فقدان ہوتا ہے اور حالاتِ باطن کی نفی ہوتی ہے اور بے رنگی اور بے کیفیتی پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام پر ایمانیات اور عقائد میں بھی ہر طرح کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور استدلالی علم بدیہی ہو جاتا ہے۔ اس مقام کے معارف انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں ہیں اور اس مقام میں باطن کی وسعت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ تمام ولایتوں کی وسعت و فراخی (خواہ وہ ولایتِ صغریٰ، ولایت کبریٰ، ولایتِ علیا ہو) اس کے سامنے بالکل لاشے اور بہت تنگ ہو جاتی ہے اور ولایتِ الہیہ میں باہم ایک قسم کی مناسبت پائی جاتی ہے اگرچہ صورت اور حقیقت میں کوئی مناسبت نہیں ہے لیکن اس جگہ وہ مناسبت بھی گم ہو جاتی ہے اور باطن کے حالات کی نفی کے باوجود اور یاس و ناامیدی اور اس کمی کے باوجود کہ سالک خود کو

حالات باطن ویاس ودیدِ قصور کہ خود را از کافر فرنگ بدتر میداند، حقیقتِ وصلِ عریانی این جا حاصل ست، وپیش ازین ہر وصلے کہ بود، داخلِ دائرۂ وہم وخیال بود، سرابے بودہ آب نما کہ تشنۂ وصل آب را در آنجا غیر از حسرت وندامت چیزے بدست نبود، بندہ را وقتیکہ از توجہات حضرت پیر دستگیرؒ این مقام مکشوف گردید، معاملۂ میسر آمد کہ شبیہ برویت بود، اگرچہ رویت نبود کہ موعود بہ آخرت ست، وبر آں ایمان داریم، لیکن معاملہ کہ اینجا میسر می شود، نسبت بمشاہداتِ ولایت کالرّویۃ ست، وچنانچہ رویتِ آخرت مخصوص بعالمِ خلق ست، ہمچناں معاملہ این جانیز نصیب عالمِ خلق ست لطائف عالمِ امر اینجا لاشئ محض می گردند، وہمچنیں لطیفۂ نفس وعناصر ثلثہ در اینجا ناچیز می شوند، این معاملہ مخصوص بہ عنصرِ خاک ست، اگر عناصرِ دیگر را ازین دولت نصیب ست، بہ تبعیت این عنصر لطیف ست، احکامِ شرائع واخبارِ غیب از وجودِ حق وصفاتِ او سبحانہٗ، وہمچنیں معاملہ قبر وحشر ومافیہا وبہشت ودوزخ وغیرہا کہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم ازاں خبر دادہ است درین مقام بدیہی وعین الیقین می گردد، مثلاً اگر کسے گوید کہ حضرتِ حق موجود ست، ہیچ ریبے دراں نمی یابد ومحتاجِ ہیچ دلیلے نمی گردد مثل چیزے مرئی واگر کسے گوید کہ زید موجود ست، در موجودیتِ زید محتاج بنظر وفکر می شود، ووجودِ حضرتِ حق سبحانہٗ، مانند آئینہ میشود، ووجودِ اشیا مثل صُورِ مرئیہ در آئینہ کہ وجودِ این صور در وہم وخیال ست ووجودِ آئینہ فی الواقع لیکن در آئینہ صوری اول صورت محسوس میشود، بعد ازاں آئینہ، ودرین جا

کافر فرنگ سے بھی زیادہ بدتر سمجھتا ہے۔ اسی مقام پر حقیقتِ وصل کھلے طور پر حاصل ہوتی ہے اور اس سے قبل جو وصل کہ ہوا تھا وہ وہم و خیال کے دائرے میں داخل تھا وہ ایک نوع کا سراب تھا جہاں پانی کا پیاسا حسرت و ندامت کے سوا کچھ بھی حاصل نہ کر سکتا تھا۔
جب حضرت پیر دستگیرؒ کی توجہات سے مجھ پر یہ مقام ظاہر ہوا تو مجھے رویت کے مشابہ معاملہ نظر آیا حالانکہ وہ رویت نہیں تھی کیونکہ وہ تو آخرت کے لئے وعدہ کی گئی ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے، لیکن جو چیز یہاں حاصل ہوئی وہ ولایت کے مشاہدات کی نسبت بھی رویت ہی کی مانند ہے۔ جس طرح آخرت کی رویت، عالم خلق ہی سے مخصوص ہے اسی طرح یہاں بھی معاملہ عالمِ خلق سے ہے۔ عالمِ امر کے لطائف اس جگہ محض لاشئے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لطیفۂ نفس اور عناصرِ ثلاثہ بھی یہاں ناچیز ہو جاتے ہیں اور یہ معاملہ عنصرِ خاک کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور اگر دوسرے عناصر کو دولت کچھ نصیب ہے تو وہ بھی اسی عنصرِ لطیف کے طفیل و تبعیت کی وجہ سے ہے۔ شریعت کے احکام اور غیب کی باتیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس سبحانہٗ تعالیٰ کے صفات، اسی طرح قبر، حشر و مافیہا، دوزخ جنت وغیرہ جس جس امر کی مخبرِ صادق حضور انورصلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے اس مقام پر ظاہر، بلا محتاج دلیل اور عین الیقین ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں پایا جاتا۔ اور اس میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جیسے مشاہدے کی چیز میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کہے کہ زید موجود ہے تو زید کی موجودگی نظر اور فکر میں ہوتی ہے۔ حضرتِ حق سبحانہ کا وجود مثل آئینے کے ہو جاتا ہے اور اشیاء کا وجود آئینے میں نظر آنے والی صورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ ان صورتوں کا وجود وہم و خیال اور آئینے کے وجود میں واقعی موجود ہے لیکن آئینے میں پہلے صورت محسوس ہوتی ہے اس کے بعد آئینہ اور اس مقام پر معاملہ برعکس ہے کہ پہلی نظر میں وجودِ آئینہ نظر آتا ہے پھر کہیں اشیاء کا وجود

بخلاف آنست کہ دراول نظر وجودِ آئینہ مرئی میشود، ووجودِ اشیاء بعد از دقت نظر، لہذا وجود حضرتِ حق سبحانہ بدیہی میشود، ووجودِ ممکنات نظری معاملہ عجیب تر بشنو کہ باوجودِ علو و بساطت و بے رنگیہائے این مقام وقتیکہ انکشاف تام درینجا حاصل می گردد، معلوم می شود کہ مقابلِ نظر این مقام بود، حیرت افزاید، کہ باوجود محاذی بودنِ این مقام و اقربیت آں دریں مدت چرا در نظر نمی آید، وچرا دیدہا را نمی کشادیم و در پسِ کوچہ ہائے لطائفِ عالم امر مقصود را می جستیم، طرفہ تر آنکہ برائے حصولِ این مقام اذکارے کہ در صوفیہ معمول ست ہیچ سودمند نیست، اما تلاوتِ قرآن مجید با ترتیل و ادائے صلوٰۃ با آدابِ آں واذکارے کہ از حدیث شریف ثابت ست دریں مقام ترقی می بخشد، از شغل علمِ حدیث واتباعِ سنن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم قوتے وتنویرے دریں مقام بہم می رسد و حقیقتِ سرّ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی دریں دائرہ منکشف می شود، اگرچہ در ہر مقامِ سابق توہم این معرفت ناشی شدہ بود۔ لیکن آنجا معاملہ با ظلال یا صفات بود و این جا با حضرتِ ذات ست تعالیٰ و تقدس تفصیلِ این معاملہ آنچہ بفہم قاصر این نافہم آمدہ است نوشتہ می شود بگوش ہوش استماع فرمایند، چوں سالک را فنا و بقا بصفاتِ واجبی کما ینبغی میسر شد، وصفات را با حضرتِ ذات قربے ست، کہ اطلاقِ لفظ لَا ھُوَ وَلَا غَیْرُہٗ در آنجا کردہ اند، وسالک را از جہتِ فنائے کہ در مرتبہ صفات حاصل گشتہ ازیں قرب نصیب یافتہ، بقربِ قَابَ قَوْسَیْنِ قابل خواہد شد، وچوں در مرتبہ حضرتِ ذات فانی خواہد شد، ودراں مرتبہ بقا خواہد یافت، لاجرم بقربِ

ف ۱ نیز در اول

ف یعنی صفات حضرتِ حق نہ عین ذات اند ونہ غیر آں، غیر اینجا بمعنی جدائی گفتہ اند۔

دِقّتِ نظر کے بعد دکھائی دیتا ہے، لہٰذا حق سبحانہ کا وجود بدیہی ہو جاتا ہے اور اشیاء ممکنات کا وجود نظری۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات سنئے کہ اس مقام میں بلندی اور بساطت اور بے رنگی کے باوجود جس وقت اس مقام کا پورا پورا انکشاف حاصل ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام تو بالکل نظر کے سامنے ہی تھا اس وقت حیرانی زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ باوجود محاذی و قریب تر ہونے اس مقام کے اتنی مدت تک کیوں نہیں نظر آیا اور ہم نے کیوں نہیں آنکھیں کھولیں اور بیکار عالمِ امر کے لطائف کے کوچوں کے پیچھے اپنے مقصود کو ڈھونڈتے رہے۔ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ اس مقام کے حصول کے لئے وہ اذکار جو صوفیوں میں رائج ہیں کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ لیکن قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ اور نماز پورے آداب کے ساتھ اور وہ اذکار جو حدیث شریف سے ثابت ہیں اس مقام میں ترقی بخشتے ہیں۔ علمِ حدیث کے شغل سے اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اس مقام میں قوت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ (دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم) کے راز کی حقیقت اس دائرے میں منکشف ہوتی ہے۔ اگرچہ پچھلے ہر مقام میں اس معرفت کا توہم تو ضرور پیدا ہوا تھا لیکن وہاں ظلال و صفات کے ساتھ معاملہ تھا اور یہاں تو خود حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے۔ اس معاملہ کی تفصیل جیسی کچھ اس نافہم کے فہم ناقص میں آئی ہے لکھی جاتی ہے گوشِ ہوش سے سُنیں :-

کہ جب سالک کو صفاتِ واجبی میں جیسا کہ چاہئے فنا و بقا حاصل ہو گئی اور صفات کو حضرتِ ذات کے ساتھ ایک ایسا قرب ہے کہ جس کی تعبیر بلفظ لاھو ولا غیرہ سے کرتے ہیں) اور سالک کو اس فنا کی وجہ سے جو اسے مرتبہ صفات میں حاصل ہوئی ہے اس قرب سے حصہ پاکر وہ قَابَ قَوْسَیْن کے قرب کے قابل ہو جائے گا اور حضرتِ ذات کے مقام میں فانی ہو جائے گا اور اس مرتبہ میں بقا حاصل کر لے گا تو لا محالہ

اَوْ اَدْنٰی تکلم خواہد نمود، وحقیقتِ ایں معاملہ موقوف بر کشف ست از تقریر و تحریر راست نمی آید، واگر گوہم خداوند اکہ کسے چہ فہم نماید، وسرِ دَنٰی فَتَدَلّٰی کہ دریں مقام مکشوف می شود ازاں ہم نازک ترست، لہذا عنانِ قلم از میدانِ بیانِ آں بر تافتہ کہ فہمِ عوام بلکہ فہمِ خواص ہم ازاں قاصرست، باید دانست کہ در تجلّیٔ ذاتی دائمی سہ مرتبہ اثبات کردہ اند، مرتبہٴ اولٰی را کمالاتِ نبوت قرار دادہ اند چنانچہ بیانِ آں کردہ شد، ودریں جا مراقبۂ ذاتی کہ منشاءِ کمالاتِ نبوت ست می فرمایند، ومرتبۂ ثانیہ را کمالاتِ رسالت قرار دادہ اند، ودریں مراقبۂ ذاتی کہ منشاءِ کمالاتِ رسالت ست میفرمایند۔ وفیض ایں مقام

دائرہ کمالاتِ رسالت

بر ہیئتِ وحدانی سالک می آید، وہیئتِ وحدانی عبارت از مجموعِ عالمِ امر و عالمِ خلق ست کہ بعد تصفیہ و تزکیہ ہر کدام را ہیئتے دیگر پیدا شدہ است مثلاً چنانچہ شخصے خواہد کہ معجونے از ادویہ چند مختلف التاثیر درست سازد، اول ہر یک را ازاں ادویہ جدا جدا کوفتہ و بیختہ می نہد، من بعد ہمہ ادویہ را در قوام قند یا عسل جمع بسازد و ادویۂ مذکورہ ہیئتے دیگر و خواص دیگر پیدا کردہ معجون نام می یابد، ہمچنیں لطائفِ عشرہ سالک یک ہیئتِ دیگر پیدا کردہ، دریں مقام و مقاماتِ فوقانی عروجاتِ کثیرہ می فرمایند، ودر ماہِ ذی الحجہ از عام مذکور حضرت پیر دستگیر بر ہیئتِ وحدانی ایں غلامِ خود توجہ کردند۔ وہمچنیں در ہر مقامِ فوقانی الیٰ آخر المقامات المجددیہ یک یک ماہ توجہ فرمودند، وفیضے از کمالاتِ رسالت ورود فرمودہ ودریں مقام کثرتِ انوارِ خود از مقامِ سابق و وسعتہا و بے رنگیہا ورود فرمودند،

او ادنیٰ کے قرب کی بات کرے گا۔ اور اس معاملہ کی حقیقت کشف پر موقوف ہے تحریر و تقریر میں ہرگز نہیں آسکتی اور اگر کچھ بیان کروں تو خدا جانے کوئی کیا سمجھے۔ (لہذا اسی پر کفایت کرتا ہوں)۔ باقی رہا دنی فتدلی (وہ جلوہ نزدیک ہوا اور خوب اتر آیا) کا راز بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ تو قاب قوسین او ادنیٰ سے بھی زیادہ نازک مسئلہ ہے اس لئے میں بیان کے میدان سے اپنے عنانِ قلم کو روک لیتا ہوں۔ کیونکہ عوام بلکہ خواص کا فہم بھی اس سے قاصر ہے۔

جاننا چاہیئے کہ تجلی ذاتی دائمی میں تین درجے مقرر کیئے گئے ہیں۔ پہلے درجے کو کمالاتِ نبوت کہا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس درجے میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالاتِ نبوت کا منشا ہے۔ دوسرا درجہ کمالاتِ رسالت کا ہے اور اس میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالاتِ رسالت کا منشا ہے۔ اس مقام کا فیض سالک کی ہیئتِ وحدانی پر وارد ہوتا ہے۔ اس ہیئتِ وحدانی سے مراد عالمِ امر اور عالمِ خلق کا مجموعہ ہے تصفیہ اور تزکیہ کے بعد ہر ایک کی ایک دوسری مجموعی ہیئت پیدا ہوگئی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص چاہے کہ مختلف التاثیر چند دواؤں کی ایک معجون مرکب تیار کرے تو وہ ہر دوا کو الگ الگ کوٹ چھان کر رکھ لیتا ہے اس کے بعد سب دواؤں کو شکر یا شہد کے قوام میں ملا دیتا ہے۔ اس طرح ان دواؤں کی ایک دوسری ہیئت اور خواص پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کا نام معجون ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سالک کے لطائفِ عشرہ سے ایک دوسری ہیئت پیدا ہو جاتی ہے جو اس مقام میں اور دوسرے بلند مقامات میں بڑی ترقی کرتے ہیں۔

پھر اسی سال ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام کی ہیئتِ وحدانی پر توجہ فرمائی۔ اسی طرح ہر مقامِ فوقانی میں یکے بعد دیگرے مقاماتِ مجددیہ کے آخر تک ایک ایک ماہ توجہ فرماتے رہے اور کمالاتِ رسالت کا فیض

نسبت ایں مقام بمقامِ سابق وہمچنیں نسبت ہر مقامِ فوقانی بامقامِ تحتانی
چوں نسبتِ مغز باپوست ست، بعدازیں درمرتبۂ ثالثہ کہ عبارت از کمالاتِ
اولوالعزم ست توجہ فرمودند، وفیض ایں مقام درکمالِ علو وکثرتِ انوارِ رہبیتِ
وحدانی وارد شد، دریں جا مراقبۂ ذاتی کہ منشاءِ کمالاتِ اولوالعزم

دائرہ
کمالات اولوالعزم

است می نماید، دریں مقام کشفِ اسرارِ مقطعاتِ قرآنی ومتشابہاتِ
فرقانی منکشف می شود، وبعضے اکابر را محرم اسرارے کہ درمیانِ محبّ و
محبوب گذشتہ است بیسازند، وبواسطۂ اتباعِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
از نوازشِ خاص آنجناب علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام نصیبہ عطا می فرمایند وقتیکہ
دریں مقام حضرت پیر دستگیرؒ ایں غلامِ خودرا بتوجہ مخصوصہ خود سرفراز ساختند،
دراں ایام ایں بدنام را اسرارِ یک حرفے ازاں حروف کہ غالباً آں حرف ص ست
یا حرفِ دیگر، دروقتِ تحریر دریاد بندہ نماندہ مکشوف شدہ بود، بیانِ آں اسرار
درخورِ حوصلۂ بشر ممکن نیست، اگر گوید متکلم را تاب نماند ومستمع از ہوش رود۔
واگر بر تقدیر تسلیم چیزے خواہد، کہ بیان نماید، عبارتے ازبرائے بیان آں اسرار
از کجا پیدا آید کہ تقریر کند، واگر ایں اسرار ممکن الاظہار می بودند، البتہ امام الطریقہ
حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چیزے ازاں اسرار ارشاد میفرمودند،
ایں کمینۂ درویشاں بلکہ ننگ وعارِ ایشاں راچہ می رسد کہ نام ایں چیز ہا
بگیرد، لیکن برائے اظہارِ شکر جنابِ الٰہی جل شانہ واحسان حضرت پیر دستگیرؒ
مدظلہم العالی ایں چنیں گفتگو در تحریر آمدہ باید دانست کہ از وقتیکہ معاملہ باطن
بہ ہیئت وحدانی می افتد، ترقی باطن محض بہ تفضل می شود کہ ہیچ عمل را

وارد فرمایا اور اس مقام میں پہلے مقام سے زیادہ انوار کی کثرت، وسعت اور بیرنگی بھی بکثرت وارد فرمائی۔ اس مقام کی نسبت سابق مقامات سے اور یہ اوپر والے (فوقانی) مقام کی نسبت نیچے والے (تحتانی) مقام سے ایسی ہے جیسے مغز اور پوست کی۔ اس کے بعد تیسرے درجہ میں کہ جس سے مراد کمالاتِ اولو العزم ہے حضرت پیر دستگیرؒ نے توجہ فرمائی اور اس مقام کا فیض اپنی کمال بلندی اور کثرتِ انوار کے ساتھ ہیئتِ وحدانی پر وارد ہوا۔ چونکہ اس مقام میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالاتِ اولو العزم کا منشا ہے اس لئے اس مقام میں قرآنِ کریم کے حروفِ مقطعات اور متشابہات کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور بعض اکابرؒ کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے محبت اور محبوب کے معاملہ میں جیسا کہ اوپر گذرا ان اسرار کا محرمِ راز بنا دیتے ہیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس خوردہ میں سے خاص نوازش نصیب فرماتے ہیں۔ جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس مقام پر اپنے اس غلام کو اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا تو انہی دنوں ان حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف غالباً حرف "ص" یا کوئی اور حرف جو اس وقت یاد نہیں رہا اس کے اسرار مجھ بدنام (مصنفؒ) پر ظاہر ہوئے، ان اسرار کے بیان کی گنجائش کسی بشر کے حوصلے سے ممکن نہیں اور اگر بیان کرے تو اس کی اس کو تاب نہیں اور سننے والا ہوش کھو بیٹھے۔ اور بر تقدیر تسلیم اگر پیش کرنے کے لئے اس میں سے کچھ بیان کرنا چاہے تو ان اسرار کے بیان کرنے کے لئے عبارت کہاں سے لائے جو بیان کرے۔ اگر یہ اسرار ظاہر کرنے کے لائق ہوتے تو ضرور امام الطریقت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ان میں سے کچھ نہ کچھ بیان فرماتے۔ درویشوں میں سب سے زیادہ ذلیل بلکہ ان کے لئے باعثِ ننگ، اس عاجز میں کیا ہمت ہے کہ ان چیزوں کا نام بھی لے سکے لیکن جنابِ الٰہی جل شانہٗ کے شکر کے اظہار کے لئے اور حضرت پیر دستگیرؒ کے احسان کو ظاہر کرنے کے لئے اسقدر تحریر میں لایا جاتا ہے ـــ جاننا چاہیئے کہ جس وقت سے باطن کا معاملہ ہیئتِ وحدانی

دخل نمی ماند، اگرچہ در جمیع مقامات بے فضلِ الٰہی جل شانہ از ہیچ عمل ترقی ممکن نیست، لیکن اعمال مانند اسباب ہستند، اما دریں مقامات ایں اسباب راہم دخلے نیست اگرچہ در ازالہ کدوراتِ بشری ذکر اثرِ تمام دارد لیکن برائے ترقی باطن نتیجہ نمی بخشد، مثلاً ہرگاہ مشغول بذکرِ اسمِ ذات یا نفی واثبات یا تہلیلِ لسانی می شود، می بیند، کہ دریں مقامات آں ذکر نمی رسد، ودر راہ می ماند، مگر وقتیکہ لفظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با تہلیل ضم کردہ میشود، و درود با او ضم کردہ می خواند، البتہ قوتے در مقاماتِ فوقانی دست می دہد، بلکہ وسعتِ لفظ مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از تہلیل زیادہ مفہوم می شود، وبواسطہ قرآن مجید ترقیات ایں مقامات حاصل می شود، وبہر مرتبہ کہ می رسد، بواسطہ کلام مجید می رسد، باید دانست کہ از کمالاتِ اولوالعزم بہر دو طرف سلوک کردہ میشود، ودریں امر اختیار مرشد ست، بہر طرف کہ خواہد، طالب را نسلیک فرماید، یک راہ بطرف حقائقِ الٰہیہ می رود، وآں عبارت از حقیقتِ کعبہ وقرآن وصلوٰۃ ست وراہِ دیگر بسوئے حقائق انبیاء ست علیہم السلام وآں عبارت از حقیقتِ ابراہیمی وموسوی ومحمدی واحمدی ست علیہم السلام آنچہ بندہ را حضرت پیر دستگیر توجہ فرمودند، اوّلا بطرف حقائقِ الٰہیہ فرمودند، لہذا حقائقِ الٰہیہ را بر حقائقِ انبیاء، مقدم ساختم وبذکرِ آں می پردازم۔

کے ساتھ پڑتا ہے یعنی کمالاتِ رسالت سے باطن کی ترقی محض خدا کے فضل سے ہوتی ہے اور کسی عمل کا بھی اس میں دخل نہیں ہوتا۔ اگرچہ تمام مقامات میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل کے بغیر کسی عمل سے ترقی ممکن نہیں ہے البتہ اعمال مثل اسباب کے ضرور ہوتے ہیں لیکن ان مقامات میں تو اسباب کو بھی کوئی دخل نہیں ہے۔ اگرچہ بشری کدورتوں کو دور کرنے کے لئے ذکر پورا اثر رکھتا ہے لیکن ترقیِ باطن کے لئے اس سے نتیجہ نہیں نکلتا۔ مثلاً جب اسمِ ذات کے ذکر میں یا نفی اثبات یا تہلیلِ لسانی میں کوئی مشغول ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ان مقامات میں وہ ذکر نہیں پہنچتا اور راستے ہی میں رہ جاتا ہے۔ مگر جب لفظ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تہلیل کے ساتھ ضم کیا جاتا ہے اور درود اس کے ساتھ شامل کر کے پڑھی جاتی ہے تو ضرور وہ اونچے مقامات میں ایک نوع کی قوت پیدا کر دیتا ہے، بلکہ لفظِ مبارک "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت میں تہلیل سے زیادہ وسعتِ مفہوم ہوتی ہے اور قرآن مجید کی وجہ سے ان مقامات میں ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور سالک جس مرتبہ میں پہنچتا ہے قرآن مجید ہی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ کمالاتِ اولوالعزم دو طرف سے طے ہوتے ہیں اور اس معاملہ میں مرشد کو اختیار ہے جس طرف سے چاہے سالک کو طے کرائے۔ ایک راستہ تو حقائقِ الٰہیہ کی طرف جاتا ہے اور اس سے مراد حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآن او حقیقتِ صلوٰۃ ہے اور دوسرا راستہ حقائق انبیاء علیہم السلام کی طرف ہے اور اس سے حقیقتِ ابراہیمی و حقیقتِ موسوی و حقیقتِ احمدی علیہم السلام ہے۔ حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر پہلے حقائقِ الٰہیہ کی طرف توجہ فرمائی لہذا میں نے بھی حقائقِ الٰہیہ کو حقائقِ انبیاءؑ پر مقدم جانا اور اسی کا ذکر کرتا ہوں۔

❊

فصل: در بیانِ حقائقِ الٰہیہ کہ عبارت از حقیقتِ کعبہ وحقیقتِ قرآن وحقیقتِ صلوٰۃ ست

از اتفاقاتِ زمانہ در آخرِ محرم الحرام سنہ ۱۲۲۶ھ وقتیکہ راقم را تا بکمالاتِ اولوالعزم توجہ شدہ بود، عزیمتِ رامپور اختیار کردم، ودر ماہ جمادی الثانی از سالِ مسطور باز حاضرِ حضورِ پرنور گردیدم، از ابتدائے ماہِ رجب توجہ درحقیقتِ کعبہ فرمودند، دریں جا عظمت وکبریائی حضرتِ حق سبحانہ مشہود شد، وہیبتے بر باطنِ من مستولی گردید، دریجا

دائرہ حقیقت
کعبہ ربّانی

مراقبۂ ذاتے کہ مسجودِ ممکنات ست می فرمایند، وبعد از چند روز فنا وبقاء باین مرتبہ مقدسہ حاصل شد، خود را متصف باین شان یافتم، وتوجہ ممکنات بجانبِ خویش دانستم، اگرچہ در مرتبۂ کمالاتِ بیرنگی ہائے بسیار حاصل بود ودریں مقامات آں مقدار نیست، لیکن علو وسعت نسبتِ باطن بیش از بیش ست، ودر حقائقِ انبیا باایں ہمہ علو وسعت از حقائقِ الٰہیہ ہم بے رنگی کمتر ست، سرش آنچہ بخاطرِ فاتر بندہ می رسد، آنست کہ چونکہ سالک را فنا وبقا بمرتبۂ ذات بحت میسر شد، ومتخلق باخلاق آں مرتبۂ مقدسہ گردید، لاجرم در دُردِ کہ تیز قوتے بہم می رسد، کہ بآں ادراک نسبتہائے فوقانی می کند، ازیں باعثِ بے رنگی آں مقامات دریافت نمی کند۔ ع

کہ رستم را کشد ہم رخشِ رستم

چہ نسبت کمالات بآں نسبتہائے فوقانی از یک جنس معلوم می شود، اگرچہ

فصل: حقائقِ الٰہیہ کے بیان میں کہ جس سے مراد حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ صلوٰۃ ہے

اتفاقاً محرم الحرام ۱۲۲۶ھ کے اواخر میں راقم (مصنفؒ) کو جبکہ کمالات اولوالعزم تک توجہ حاصل ہوئی تھی کہ رام پور جانا پڑا۔ پھر اسی سال ماہ جمادی الثانی میں جب اپنے حضور پرنورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ماہ رجب کے شروع میں حقیقتِ کعبہ کی توجہ فرمائی۔ اس مقام پر حضرت حق سبحانہ کی عظمت اور کبریائی مشہود ہوئی اور میرے باطن پر ایک عظیم ہیبت طاری ہوئی اس مقام پر اس ذات پاک کا مراقبہ کرتے ہیں جو تمام ممکنات کی مسجود ہے اور چند ہی روز کے بعد اس مرتبۂ مقدس میں فنا و بقا ایسی حاصل ہوئی کہ خود کو فنا و بقا کی اس شان سے متصف پایا اور تمام ممکنات کی توجہ اپنی طرف دیکھی۔ اگرچہ کمالات کے مرتبے میں بہت زیادہ بیرنگیاں حاصل ہوئی تھیں لیکن اس مقام میں اتنی نہیں ہیں تاہم باطن میں بلندی اور فراخی زیادہ سے زیادہ ہے اور حقائقِ انبیاء میں بلندی اور فراخی کے باوجود حقائقِ الٰہیہ کے مقابلہ میں بیرنگیٔ کم ہے، اس کا راز جیسا کہ میری عقلِ ناقص میں آتا ہے یہ ہے کہ جب سالک کو اس مقام میں فنا و بقا مرتبۂ ذاتِ بحت میں میسر ہو جاتی ہے اور اس مقدس مقام کے اخلاق سے متصف ہو جاتا ہے تو بیشک ادراک میں بھی ایک نوع کی ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کے باعث فوق کی نسبتوں کا تو ادراک کر لیتا ہے مگر ان فوقانی مقامات کی بیرنگی کو معلوم نہیں کر سکتا۔ مصرع

کہ رُستم کو اُسی کا رخش کھینچے

بات یہ ہے کہ کمالات کی نسبت اور فوق کی نسبتیں ایک ہی جنس کی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ یہ جنسیت اور مناسبت صورت ہی صورت میں ہوتی ہے اور کمالات میں بیرنگی

مناسبت در صورت باشد، و در نسبت کمالاتِ بیرنگی ازاں قمر بود، کہ سالک
را از پیش (یعنی در ولایتِ فنا و بقا) بمرتبۂ صفات و شیونات حاصل شدہ بود،
ہماں قدر قوتے در مُدرِکہ او حاصل بود، لہذا ادراک مرتبہ حضرتِ ذات خیلے
دشوار بود، چہ کمالاتِ ولایت از مرتبۂ دیگر حاصل بود، و کمالاتِ مرتبۂ نبوت
از بابِ دیگر ست، کہ باہم ہیچ مناسبتے ندارند، اگرچہ مناسبتِ صوری باشد،
و آنچہ بعضے اکابر مرتبۂ ولایت را ظل مرتبۂ نبوت فرمودہ اند، نزدِ فقیر ایں سخن
ثابت نشدہ، و آنچہ من دریافتہ ام، در ہیچ امر فی ما بین اینہا نسبتے نمی یابم،
و مرتبۂ کمالات را بایں حقائق نسبتے ثابت ست، بلکہ محققان فرمودہ اند،
کہ حقائقِ نسبت بکمالات مانند امواج اند، معنی ایں سخن آں باشد، کہ
چونکہ در کمالاتِ ظہور تجلیاتِ ذاتی دائمی ست، لاجرم ہر نسبتے کہ فوقانی باشد،
خارج از مرتبۂ ذات نمی تواں شد، پس اطلاق لفظِ امواج راست آمد، و آنچہ
در ادراک ایں ناقص العقل آمدہ است در نسبتِ حقائق چیزہا ظہور می کند
کہ در نسبتِ کمالات آں ظہور نیست، مثلاً در حقیقتِ کعبۂ معظمہ ظہور عظمت و
کبریائی و مسجودیت آں مر ممکنات را بہ نحوے ظہور میسر باید کہ عقل در ادراکِ
آں لنگ و عاجز می ماند و می یابم کہ حصول ایں مرتبۂ متعالیہ بدون توجہ مرشد
دراں مقامات متعذر ست اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی - و چوں حضرت پیر دستگیر رح
در حقیقتِ قرآن مجید توجہ فرمودند، در معاملہ معائنہ نمودم کہ درون آں

دائرہ حقیقت قرآن مجید

سرادقاتِ (سرا پردہائے) عظمت و کبریائی جائے یافتم و در عالمِ مثال چناں دیدم،
کہ گویا بر بامِ خانۂ کعبہ بر آمدہ ام، آنجا زینہ نہادہ اند، کہ ازاں زینہ

اس وجہ سے ہے کہ سالک کو جس قدر ولایتِ فنا وبقا میں صفات وشیونات کا مرتبہ
حاصل ہو چکا ہوتا ہے اسی قدر ادراک میں قوت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرتِ ذات
کے مرتبے کا ادراک بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ولایت کے کمالات اور مرتبہ سے حاصل
ہوئے تھے اور مرتبۂ نبوت کے کمالات اور قسم سے ہیں، یہ دونوں آپس میں کچھ بھی مناسبت
نہیں رکھتے، اگرچہ صوری ہی مناسبت کیوں نہ ہو۔ اور وہ جو بعض اکابر نے مرتبۂ ولایت
کو مرتبۂ نبوت کا ظل فرمایا ہے وہ فقیر (مصنفؒ) کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔
جو کچھ کہ میں نے معلوم کیا وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔
البتہ مرتبۂ کمالات وحقائقِ الٰہیہ ثلاثہ کے درمیان ایک نوع کی نسبت ثابت ہے۔
بلکہ محققین نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ حقائقِ الٰہیہ کمالات کی بہ نسبت ایسی ہیں جیسے
دریا کی موجیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ چونکہ کمالات میں تجلیاتِ ذاتی دائمی کا
ظہور ہوتا ہے اس لئے ضرور ہر وہ نسبت جو کہ فوق سے تعلق رکھتی ہے مرتبۂ ذات سے
خالی نہیں ہو سکتی، اسی لئے لفظِ امواج کا اطلاق یہاں پر بالکل صحیح ہے اور جو کچھ میری
ناقص العقل کے فہم وادراک میں آیا، وہ یہ ہے کہ حقائق کے مقام پر جو چیزیں ظاہر
ہوتی ہیں وہ کمالات کی نسبت کے مقام پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ مثلاً کعبۂ معظمہ کی حقیقت
میں عظمت وکبریائی کا ظہور ہوتا ہے اور تمام ممکنات کی مسجودیت اس طرح ظہور کرتی ہے
کہ اس کے ادراک میں عقل بھی عاجز اور لنگ رہ جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ ان بلند
مراتب کا حصول بغیر مرشد کی توجہ کے نہایت ہی دشوار ہے۔ "مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے"
اور جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر قرآن مجید کی حقیقت میں توجہ فرمائی تو میں
نے اس مقام پر عظمت وکبریائی کے شاہی پردوں کے اندر اپنے کو پایا اور عالمِ مثال میں
ایسا دیکھا کہ گویا میں خانۂ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا ہوں اور وہاں ایک زینہ رکھا ہے
میں اس زینے سے عروج کر کے حقیقتِ قرآن مجید میں داخل ہو گیا۔ اور حقیقتِ قرآنی کی

عروج فرمودہ، داخل حقیقتِ قرآنی شدم، وآں عبارت از مبدأ وسعتِ بیچونی حضرتِ ذات ست، ووسعت حضرتِ ذات ازیں مقام شروع می شود، و احوالے ظاہر می گردد کہ شبیہ بوسعت ست، والا اطلاق لفظِ وسعت در آنجا از تنگیٔ میدان عبارت ست وسر شگفتن غنچہ دہن محبوبِ حقیقی ایں جا دریافت می گردد۔ فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ بواطن کلام اللہ دریں مقام ظاہر می گردند ہر حرفے را از حروفِ قرآنی دریائے یافتم بے پایاں کہ موصل کعبہ مقصود ست مگر نکتہ عجیب تر بشنو، کہ بایں ہمہ قصص مختلفہ واوامر ونواہی متبائنہ در وقتِ قرأت چیزہا ظہور می کند واسرارے بمیان می آید، وقدرت او تعالیٰ وحکمتِ بالغہ حق سبحانہ ظاہر می گردد، کہ برائے تعلیم وتفہیم ہمہ عوام قصص وحکایاتِ انبیاء علیہم السلام ذکر فرمودہ است وبرائے ہدایاتِ بنی آدم احکامِ شریعت ارشاد کردہ ودر بطون ایں حروف چہ کیفیات وچہ معاملات است حیرت بر حیرت می افزاید ودر ہر حرفے بشانِ خاص ظہور می فرماید، و دلہائے جان بازاں را در صید می آرد، خوش گفت: بیت

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

در وقت قرأتِ قرآن مجید لسانِ قاری حکم شجرۂ موسوی پیدا می کند وبرائے قرأتِ قرآن مجید تمام قالب زبان میگردد، وعلوِ نسبت دریں جا بمثابہ الیست کہ نسبتِ کمالات بلا ایں ہمہ علو ووسعت بلکہ نسبت حقیقتِ کعبۂ معظمہ بایں عظمت وکبریائی در تحت مشہود می گردد ودریں جا مراقبہ مبدأ وسعتِ بیچونِ

مراد حضرتِ ذات کی بے چونی و بے کیفی کی وسعت و فراخی ہے اور حضرت ذات سبحانہ کی وسعت اسی مقام سے شروع ہوتی ہے اور ایسے حالات و کیفیات ظاہر ہوتے ہیں جو کہ وسعت کے مشابہ ہیں۔ ورنہ اس مقام پر لفظِ وسعت کا اطلاق میدان کی تنگی ہے اور محبوبِ حقیقی کی غنچہ دہنی کا شگفتہ ہونا اسی مقام میں معلوم ہوتا ہے" پس خوب سمجھ لو اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔" اس مقام پر کلام اللہ کے مخفی راز ظاہر ہوتے ہیں۔ میں نے قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کو ایک بے پایاں سمندر پایا جو کعبۂ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ مگر ایک اور عجیب تر نکتہ سنو، کہ باوجود ان تمام مختلف قصص و حکایات اور اوامر و نواہی کی قرأت کے وقت بہت سی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور بہت سے اسرار کھلتے ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور اس کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو تمام عوام کی نصیحت و تعلیم کے لئے انبیاء علیہم السلام کی قصص و حکایات کا کیوں ذکر کیا گیا ہے اور بنی آدم کی ہدایت کیلئے احکامِ شریعت کیوں بیان فرمائے گئے ہیں اور قرآن کریم کے حروف کے اندر کیا کیا کیفیات اور معاملات ہیں کہ حیرت پر حیرت ہوتی ہے اور وہ ہر حرف میں ایک خاص شان کے ساتھ ظہور فرماتا ہے اور اپنے جانبازوں کے دلوں کا شکار کرتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت

نہ اُس کے حُسن کی حد ہے نہ سعدیؔ کی زباں گونگی

نہ خالی ہوگا دریا خواہ مر ہی جائے مُستسقی

قرآن مجید کی قرأت کے وقت پڑھنے والے کی زبان شجرِ موسوی کا حکم رکھتی ہے اور قرأت کے لئے تمام جسم زبان ہی زبان بن جاتا ہے اور نسبت کی بلندی اس مقام پر تو اس درجہ کی ہے کہ گویا نہ صرف کمالات کی نسبت اپنی بلندی اور وسعت کے باوجود، بلکہ حقیقتِ کعبۂ معظمہ بھی (اپنی عظمت و کبریائی کے باوجود) حقیقتِ قرآن کے تحت میں نظر آتی ہے۔ اس مقام پر حضرتِ ذات کی بے چونی جو مبداء وسعت ہے

حضرتِ ذات میفرمایند، و مورد فیض ایں مقامات ہیئتِ وحدانی سالک ست۔

دائرہ حقیقت صلوۃ

بعد ازاں حضرت پیرِ دستگیر در دائرہ حقیقتِ صلوۃ توجہ می فرمودند، دریں دائرہ کمالِ وسعتِ بیچون حضرتِ ذات مشہود گردیدہ از وسعت و علو ایں مقام چہ وامی نماید، کہ حقیقتِ قرآن مجید یک جزو اوست، و جزو دیگر حقیقتِ کعبہ ست، از کیفیات و واردات بایں مقام چہ گوید، و اگر گوید کیست کہ فہم نماید، خوش گفت بیت

بطرازِ دامنِ نازِ او چہ رسد غبارِ خاکساریٔ ما رسد نرسد آں مژہ بہ بلندئی کہ ز گردِ سرمۂ عار رسد

دریں جا مراقبہ کمالِ وسعتِ بے چون حضرت ذات می فرمایند، سالکے کہ ازیں حقیقتِ مقدسہ حظے یافتہ در وقت ادائے صلوۃ گویا ازیں نشأۃ می برآید، و شبیہ رویتِ اخروی حاصل می نماید، در وقتِ تحریمہ دست از ہر دو جہاں شستہ و ہر دو جہاں را پسِ پشت انداختہ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ گویاں در حضور حضرت سلطان ذیشان جل شانہ حاضر می شود، و پیشِ ہیبت و عظمتِ کبریائی آنحضرت جل جلالہ خود را مثل لاشے محض دانستہ، قربان محبوبِ حقیقی می گرداند، و در وقتِ قرأت بوجود موہوب کہ لائق آں مرتبہ ست، موجود گردیدہ، متکلم با حضرتِ حق سبحانہ و مخاطب از آنجناب مقدس می شود، لسانِ او گویا حکمِ شجرۂ موسوی می گردد کَمَا مَرَّ اٰنِفًا فِیۡ حَقِیۡقَۃِ الۡقُرۡاٰنِ۔ وقتیکہ برکوع می رود غایتِ خشوع می نماید، بمزید قرب ممتاز می شود، و در وقتِ قرأت تسبیح بہ کیفیتے دیگر مشرف می گردد، لاجرم برایں نعمت تحمید گویاں قومہ می نماید و باز در حضورِ حضرتِ حق راست می ایستد، و مترددِ ادائے

(حاشیہ: و دریں نشأۃ اخروی کہ دراں رویت ... / ...)

اس کا مراقبہ کیا جاتا ہے اور ان مقامات کا مورد فیض سالک کی ہیئت و حیرانی ہے۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے دائرہ حقیقت صلوٰۃ میں توجہ فرمائی۔ اس دائرہ میں حضرت ذات کی وسعت بے چون کا کمال مشاہدہ ہوا، اپنی وسعت اور بلندی کی وجہ سے یہ مقام ایسا ظاہر کرتا ہے کہ حقیقت کلام مجید اس کا ایک جزو ہے اور دوسرا جزو حقیقت کعبہ ہے۔ اس مقام کی کیفیات اور واردات کوئی کیا بیان کرے، اور اگر کوئی کچھ بیان کرے بھی تو کون سمجھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کہاں اُن کا دامن کہاں اپنی خاک   وہ رفعت کہ حدِّ دعا سے ہے پاک

اس مقام پر حضرت ذات کی کمال وسعت بے چون کا مراقبہ کرتے ہیں جو سالک اس حقیقت مقدس سے بہرہ ور ہوا ہے وہ ادائے صلوٰۃ کے وقت گویا اس دنیا سے باہر آجاتا ہے اور دوسری دنیا میں (عالم آخرت) میں چلا جاتا ہے اور رویت اخروی کے مشابہ حالت حاصل کر لیتا ہے، تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں جہان سے ہاتھ اٹھا کر دونوں جہان کو پس پشت ڈال کر اللہ اکبر کہتا ہوا حضرت سلطان ذیشان جل شانہ کے حضور میں حاضر ہوتا ہے اور حضرت حق جل جلالہ کی عظمت و کبریائی کی ہیبت سے خود کو محض ذلیل اور ناچیز سمجھ کر محبوب حقیقی پر قربان ہو جاتا ہے اور قرارت کے وقت وجود موہوب میں جو اس مقام کو سزاوار ہے موجود ہو کر حضرت حق سبحانہ کے ساتھ متکلم اور اس جناب مقدس سے مخاطب ہوتا ہے۔ گویا اس کی زبان شجر موسوی بن جاتی ہے جیسا کہ ابھی ابھی حقیقت قرآن کے سلسلے میں ذکر ہوا۔ اور جب وہ رکوع میں جاتا ہے تو حد درجہ خشوع ظاہر کرتا ہے اور مزید قرب سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور تسبیح پڑھتے وقت ایک خاص کیفیت سے مشرف ہوتا ہے اور اس نعمت پر شکر کرتا ہوا قومہ کرتا ہے اور پھر حضرت حق سبحانہ کے حضور میں سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ قومے کا راز جیسا کہ میری فہم ناقص میں آیا ہے یہ ہے کہ چونکہ اب ادائے سجود کا قصد رکھتا ہے

قومہ آنچہ در فہم قاصر بندہ می آید، آنست کہ چونکہ قصد ادائے سجود دارد، پس از قیام بسجود رفتن موجب مزید تذلل وانکسار ست از آنکہ از رکوع بسجود رود، وقربے کہ در حین ادائے سجود حاصل میشود چہ بیان نمودہ شود، کہ عقل در ادراک آں عاجز و قاصر ست، مفہوم می گردد کہ خلاصہ ہمہ نماز سجود ست، اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمَیِ اللّٰہِ حدیث شریف است و آیۂ کریمہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ایمائے باں قرب میفرماید، خوش گفت: بیت

سر در قدمش بردن ہر بار چہ خوش باشد راز دلِ خود گفتن با یار چہ خوش باشد

وچوں دریں قرب توہم آں شدہ بود، کہ عنقا بدام افتاد، باز تکبیر گویاں در جلسہ نشست یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مِنْ اَنْ اَعْبُدَہٗ حَقَّ عِبَادَتِہٖ وَاَقْرُبَ اِلَیْہِ حَقَّ قُرْبِہٖ۔ ودر جلسہ سوالِ مغفرت می کند، از جریمہ ایں توہم کہ ناشے شدہ بود، باز بجہت طلبِ مزید قرب بسجدہ میرود، وباز در تشہد نشستہ شکر وتحیات بجناب باری بر احسانِ ایں قرب بجا می آرد، وکلمۂ شہادتین از جہت آنست کہ دولت ایں قرب بدون تصدیق واقرارِ توحید ورسالت محال ست، باز درود میخواند، از جہت آنکہ ایں نعمت بہ طفیل وتبعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل گشتہ واختیار صلوٰۃِ ابراہیمی برائے آنست کہ در حینِ ادائے نماز خلوت با محبوب حقیقی دست دادہ بود وندیمی خاص و مصاحبت با اختصاص کہ عبارت از منصب خلّت ست، نصیب از حضرت

---

[۱] یعنی معنی ایں تکبیر چنیں خیال کند وفہم کہ اللہ تعالیٰ بر تر ست از ینکہ پرستم او را سزاوار پرستیدن او ونزدیک شوم باو چنانکہ شاید وباید در رنگ آنکہ گفتہ اند مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ۔

اس لئے قیام کے بعد سجدے میں جانا مزید عاجزی اور انکساری کا موجب ہے۔ جب وہ رکوع سے سجدے میں جاتا ہے تو سجدہ ادا کرتے وقت جو قرب اسے حاصل ہوتا ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا عقل اس کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری نماز کا خلاصہ سجود ہی سجود ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دو قدموں پر سجدہ کرتا ہے اور آیۂ کریمہ (سجدہ کر اور نزدیک ہو) اسی قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

سر کو ہر بار اس کے قدموں پر جھکانا خوب ہے اس کے آگے دل کی باتیں لب پہ لانا خوب ہے

اور چونکہ قرب سجود کے وقت یہ خیال ہوا تھا کہ عنقا (مطلوب حقیقی) دام میں آپھنسا اس لئے پھر تکبیر کہتا ہوا جلسے میں بیٹھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جیسا کہ اس کی عبادت کا حق ہے اور اس سے قریب ہو جاؤں جیسا کہ قریب ہو جانے کا حق ہے اور جلسے میں گناہوں سے مغفرت کا سوال کرتا ہے (کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ) پھر مزید قرب حاصل کرنے کے لئے سجدہ میں دوبارہ جاتا ہے، اور پھر تشہد میں بیٹھتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں شکر و تحیات اس نعمتِ قرب کے احسان و انعام عطا ہونے پر پیش کرتا ہے اور کلمۂ شہادتین اس لئے ہے کہ اس قرب کی دولت، توحید و رسالت کی تصدیق و اقرار کے بغیر محال ہے۔

پھر وہ درود شریف پڑھتا ہے اس لئے کہ یہ تمام نعمتیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے طفیل میں حاصل ہوتی ہیں۔ اور درود ابراہیمی اس لئے ہے کہ نماز ادا کرتے وقت محبوبِ حقیقی کے ساتھ خلوت حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص ندیمی اور صحبت کہ جس سے مراد منصبِ خلّت ہی اس درود کی برکت سے وہ ندیمی و ہمنشینی طلب کی جاتی ہے۔ پس خوب سمجھ لو۔

خلیل ست علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کہ از برکتِ ایں درود آں ندیمی را طلب می کنند۔ فافہم

باید دانست، وقتیکہ در ادائے نماز سنن وآدابِ آں کما ینبغی بجا آوردہ میشود مثلاً از آداب نماز ست کہ در وقتِ قیام جائے سجود را نظر دارد، ودر رکوع بر قدمین ودر سجود بر پرۂ بینی ودر قعود بر سرِ دو زانو ہمچنیں ہمہ آداب را رعایت کند، البتہ حقیقتِ صلوٰۃ جلوہ می فرماید، وآنکہ برائے حضور وجمعیت در قیام چشم بند کردہ متوجہ می شوند، ازیں چیزہا حضور لطائف البتہ پیدا میشود لیکن برائے ظہور نسبت ہائے فوقانی حاجت بند کردن چشم نیست، بلکہ ایں جا ہر حضوریکہ ہست، قالب راست، وحضورِ قالب در رعایت آدابیکہ موافق سنت خواہد افتاد، البتہ خواہد شد، وبند کردن چشم در قیامِ نماز بدعت ست، اگرچہ برائے حضور جائز داشتہ اند، ہمچنیں در سماعتِ قرآن مجید اگر از شخصے خوش خوانی شنیدہ می شود، نسبتِ ولایت ظہور می کند، واگر از شخصے درست خوانی شنیدہ می شود، نسبتِ حقائقِ فوقانی ظہور خواہد کرد، چہ باوازِ خوش قلب را مناسبتے کلی ست لاجرم ظہور خواہد نمود، وچوں بصحتِ الفاظ وادائے حروف از مخرج وترتیلِ قرأت بخواند، اگرچہ خوش آوازی نباشد، ناگزیر آں حقائق جلوہ خواہند فرمود۔

بعد ازاں حضرت پیر دستگیر در مرتبۂ مقدسہ معبودیتِ صرفہ توجہ فرمودند ایں جا قدم را گنجائش نماند، وسیرِ قدمی تمام شد، کہ آں در مقاماتِ عابدیت بود، لیکن بعنایتِ الٰہی نظر را

دائرہ
معبودیت
صرفہ

جاننا چاہیے کہ جب نماز کے ادا کرتے وقت سنتوں کو اور نماز کے آداب کو جیسا کہ چاہیے بجالایا جاتا ہے مثلاً نماز کے آداب میں سے ہے کہ نماز میں قیام کے وقت سجدے کی جگہ پر اپنی نظر رکھے اور رکوع میں دونوں قدموں پر سجدے میں ناک کے نرمہ پر، قعود (بیٹھنے) میں دونوں گھٹنوں پر اور اسی طرح دوسرے تمام آداب کی بھی رعایت کرے تو ضرور حقیقتِ صلوٰۃ جلوہ فرماتی ہے۔ اور یہ کہ بعض لوگ حضور اور جمعیت کے لئے قیام میں آنکھیں بند کر کے متوجہ ہوتے ہیں، ان چیزوں سے لطائف کا حضور تو البتہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن فوق کی نسبتوں کے ظہور کے لئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہاں ہر قسم کا حضور قالب ہی کے لئے ہوتا ہے اور قالب کا حضور سنت کے موافق آداب کی رعایت سے ہوتا ہے اور نماز کے قیام میں آنکھوں کو بند کرنا بدعت ہے اگرچہ حضوری کے لئے جائز کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی سماعت میں ہے کہ اگر خوش الحان شخص سے سنا جائے تو نسبتِ ولایت کا ظہور ہوتا ہے اور اگر درست پڑھنے والے سے سنا جائے تو فوق کی نسبتِ حقائق ظہور کرے گی کیونکہ خوش آوازی سے قلب کو پوری پوری مناسبت ہے جو ضرور ظاہر ہوگی۔ اور اگر الفاظ کی فصاحت اور صحیح مخارج کی ادائیگی اور ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے خواہ خوش آوازی بھی نہ ہو تب بھی وہ حقائقِ فوقانی جلوہ گر ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے "معبودیتِ صرفہ" کے مقامِ مقدس کی توجہ فرمائی۔ اس مقام میں قدم رکھنے کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔ اور یہاں سیرِ قدمی تمام ہو گئی کیونکہ وہ مقاماتِ عابدیت میں سے تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے نظر کو موقوف نہیں کیا گیا اور سیرِ نظری ہوتی رہتی ہے۔

موقوف نہ ساختہ اند، وسیرِ نظری می شود۔ ع

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

چوں بندہ را دریں مقامِ عالی توجہ فرمودند در معاملہ دیدم کہ در مقامے ہستم، وفوق آں مقام مقامے بس عالی ومتعالی وبے رنگ ظہور فرمود، وہر چند خواستم کہ در آں مقام بروم میسر نشد، آں وقت معلوم گردید کہ ایں مقام معبودیتِ صرفہ است کہ قدم را آنجا گنجایشے نیست مگر نظر تا ہر کجا کہ تماشا کند۔ خوش گفت۔ بیت

ما تماشا کنانِ کوتہ دست تو درختِ بلند و بالائی

وسرِّ معنی کلمۂ طیبہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ ایں جا جلوہ گر گردید، ظاہر شد کہ فی الحقیقت استحقاقِ عبادت بہر نوعے کہ باشد، غیر از حضرتِ احدیتِ مجردہ کسے ندارد، اگرچہ اسماء وصفات باشند، چہ جائے آنکہ ممکناتِ لیاقتِ ایں امر داشتہ باشد، کَانَ مَنْ کَانَ حقیقتِ شرک دریں جا نمی ماند واز بیخ وبن کندہ میرود، بدانکہ سیرِ حقائقِ الٰہیہ تا ایں جا بود، الحال بیانِ حقائقِ انبیاء علیہم السلام نمودہ می شود بگوشِ ہوش استماع فرمایند۔

فصل: دربیانِ حقائقِ انبیاء علیہم السلام کہ عبارت از حقیقتِ ابراہیمی وحقیقتِ موسوی وحقیقتِ محمدی وحقیقتِ احمدی ست علیٰ خاتمہم واٰلہٖ وعلیٰ اجمعہم ثانیاً الصلوٰۃ والسلام

باید دانست کہ چنانکہ در حقائقِ الٰہیہ ترقی موقوف بر تفضل ست، ہمچناں در حقائقِ انبیاء علیہم السلام ترقی موقوف بر محبت ست، چوں حضرت پیر دستگیرؒ

ع مصیبت تھی اگر یہ بھی نہ ہوتا

پھر جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر اس عالی مقام میں توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پہ ہوں جس کے اوپر ایک بہت بڑا بلند اور بیرنگ مقام ہے میں نے ہر چند چاہا کہ اس مقام پر پہنچ جاؤں لیکن نہ ہو سکا، اس وقت معلوم ہوا کہ یہ مقام "معبودیتِ صرفہ" ہے کہ وہاں قدم رکھنے کی گنجائش نہیں مگر جہاں تک نظر پہنچے اس کو گنجائش ہے دیکھ لے۔ کیا خوب کہا ہے: بیت

دیکھنے والے کیا بڑھائیں ہاتھ تو وہ سروِ بلند و بالا ہے

اسی مقام پر کلمۂ طیبہ "لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ" کے معنی کا راز جلوہ گر ہوا، اور صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ فی الحقیقت ہر طرح کی عبادت کا حق سوائے اللہ تعالیٰ کی احدیت کے کسی کو نہیں پہنچتا اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں اور تمام ممکنات کے لئے تو اس امر کی لیاقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا "چاہے جو بھی ہو" شرک کی یہاں کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی بلکہ وہ بیخ و بن سے اُکھڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ یہاں تک حقائقِ الٰہیہ کی سیر تھی اب انبیاء علیہم السلام کی حقائق کا بیان ہوتا ہے۔ گوش ہوش سے سنو۔

فصل: حقائق انبیاء علیہم السلام یعنی حقیقتِ ابراہیمیؑ و حقیقتِ موسویؑ و حقیقتِ محمدیؐ و حقیقتِ احمدیؐ کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ جس طرح حقائقِ الٰہیہ میں ترقی اللہ تبارک و تعالیٰ کے محض فضل پہ موقوف ہے اسی طرح حقائقِ انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ترقی محبت پر موقوف ہے۔ جب حضرت پیر دستگیرؒ نے مجھ غلام کو حقیقتِ ابراہیمی میں توجہ فرمائی اور اس ذات کا مراقبہ جو حقیقتِ ابراہیمی کا منشا ہے

غلامِ خود را در حقیقتِ ابراہیمی توجہ فرمودند، مراقبۂ ذاتی کہ منشاءِ حقیقتِ ابراہیمی ست ارشاد کردند از عنایت حضرتِ ایشاں در ہماں توجہ کیفیت آں مقام فائض گردید، در چندے انوار و اسرار آں مقامِ عالی کہ عبارت از خلّتِ حضرتِ حق ست سبحانہ ورود فرمود، دریں مقام اُنسے خاص و خلوتے با اختصاص بحضرتِ ذات ہویدا شد، و ہمیں معاملہ از آنحضرت خلّت و عظمت باین کس مفہوم گردید، و کیفیتے کہ دریں مقامِ عالی حاصل شدہ است، در مقاماتِ عالیہ دیگر باین خصوصیت و کیفیت ظہور نہ فرمودہ، اگرچہ از قسمِ فضلِ جزئی باشد، چہ دریں مقام محبوبیتِ صفاتی جلوہ گر می شود، و در حقیقتِ محمدی و احمدی محبوبیتِ ذاتی معنی ایں عبارت آنست کہ چنانکہ ذاتِ متعالیہ خود را دوست می دارد، و ہمچنیں صفاتِ خود را نیز دوست می دارد۔ قسم اول حقیقتِ محمدی و احمدی ست، و قسمِ ثانی خلّت تام یافتہ، حقیقتِ ابراہیمی شد، محبوبیتِ صفاتی مثل محبوبیتِ خطّ و خال و قدّ و عارض ست و ازیں جہت ایں قدر بے رنگی دریں مقام نیست بخلاف محبوبیتِ ذاتی کما سیاتی انشاء اللہ و دریں مقام حضرت پیر دستگیرؒ را بشانے خاص دریافتم، و بہ یقین دانستم، کہ صاحبِ منصب ایں مقامِ عالی ہستند و ایں معنی را بحضور پر نور عرض کردہ بودم فرمودند کہ من ہم خصوصیتِ خود بحضرتِ خلیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام دریافتہ ام، لیکن متوجہ غیر از حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بطرفِ دیگر نمی شوم، وَلِلّٰهِ دَرُّهٗ مَا اَحْسَنَ صَدَرَهٗ - دریں مقام سالک را نحوے اُنس بحضرتِ ذات پیدا می شود کہ بطرفِ دیگر رو نمی آرد، اگرچہ اسما و صفات باشند،

دائرہ خلّت اعنی حقیقتِ ابراہیمی

دائرہ محبوبیتِ صفاتی

خطّ و خال ۶ سیرِ حقیقت ابراہیمی (؟)

ارشاد فرمایا۔ حضرتؒ کی عنایت سے اسی ایک توجہ میں اس مقام کی کیفیت کا فیض ہوا، اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس عالی مقام (جس سے مراد خُلّتِ حضرتِ حق ہے) کے انوار و اسرار میں سے نزول ہوا۔ اس مقام پر حضرتِ حق سے ایک خاص اُنس اور مخصوص خلت ظاہر ہوئی اور یہی بات حضرتِ حق جَلّتْ وعَظمَتْ کی طرف سے اس بندے پر ظاہر ہوئی اور جو کیفیت کہ اس مقام پر حاصل ہوئی وہ دوسرے مقاماتِ علیہ میں اس خصوصیت و کیفیت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوئی۔ اور یہ چیز فضلِ الٰہی کی جزئی فضیلت کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ اس مقام پر محبوبیتِ صفاتی جلوہ گر ہوتی ہے اور حقیقتِ محمدیؐ اور حقیقتِ احمدیؐ میں محبوبیتِ ذاتی۔ اور اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ متعالی جس طرح وہ اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے اسی طرح اپنی صفات کو بھی دوست رکھتی ہے۔ پہلی قسم میں حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ احمدی ہے اور دوسری قسم خلت کے نام سے موسوم ہے اور وہ حقیقتِ ابراہیمی کہلاتی ہے۔ محبوبیتِ صفاتی ایسی ہے جیسے خط و خال و قد و رخسار کی محبوبیت۔ اسی لئے اس مقام میں کامل بے رنگی نہیں ہے جیسی محبوبیتِ ذاتی میں۔ جیسے ہم انشاء اللہ ابھی بیان کریں گے۔ اس مقام (خلتِ ابراہیمی) پر میں نے حضرت پیر دستگیرؒ کو ایک خاص شان میں دیکھا اور یقین ہوا کہ وہ اس مقام عالی میں صاحبِ منصب ہیں۔ پھر یہ بات میں نے حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں عرض کی تو فرمایا کہ ہاں میں بھی حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی ایک خصوصیت پاتا ہوں لیکن سوائے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ "اللہ رے اس کی نیکی اور کیا ہی عمدہ ان کا سینۂ مبارک"۔ اس مقام پر سالک کو حضرتِ ذات سے ایسا اُنس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دوسری طرف رُخ ہی نہیں کرتا اگرچہ وہ اسماء و صفات ہی کیوں نہ ہوں اور دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا

وبطرفِ دیگر توجہ نمی فرماید، اگرچہ مزاراتِ مشائخِ کبار باشند، واستمداد و استعانت از غیرِ او تعالیٰ خوش نمی آید، اگرچہ ارواح و ملائکہ باشند، ودریں مقام تکرارِ صلوٰۃِ ابراہیمی یعنی درودے کہ در نماز می خوانند، ترقی می بخشد۔

دائرہ محبتِ ذاتیہ صرفہ

بعدازیں در دائرہ محبتِ ذاتیہ صرفہ حضرت پیر دستگیر توجہ فرمودند، دریں جا مراقبہ کمالِ ذاتی کہ منشاءِ حقیقتِ موسوی ست ومحبِّ خود ست، ارشاد کردند، کیفیتِ ایں مقام بقوّتِ تمام ورود فرمود، ومُحبّیتِ او تعالیٰ مرذاتِ خویش را کہ حقیقتِ موسوی عبارت از آنست، آشکارا شد، وآنکہ بعضے بزرگان حضرت موسیٰ علیہ السلام را محبوبیت اثبات فرمودہ اند مراد آں اکابر اگر آنست کہ ایشاں محبوب حضرتِ حق اند، سُبْحَانَہٗ، سَلَّمْنَا۔ کہ مرتبہ نبوت ورسالت واولو العزم بے محبوبیت حاصل نمی شود، کہ انبیاء کرام علیہم السلام محبوبان ومرادانِ حضرتِ حق سبحانہ را اند وراہِ ایشاں راہِ اجتباء ست۔ وایں سخن منافی مطلب ما نیست، واگر مراد آں اکابر آنست کہ حقیقتِ موسوی عبارت از محبوبیتِ ذاتی ست، بطوریکہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقتِ احمدی را قرار دادہ اند، پس محلِ تامّل ست ودر فہمِ ناقص ایں نافہم نمی آید، وخلافِ مکشوف صاحبِ طریقہ وتابعانِ آنحضرت ست، روزے ایں کمترین بر شخصے از اصحابِ خود دریں مقام توجہ می کردم بے اختیار کیفیتے روے داد، کہ از زبانِ من آیہ کریمہ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ برآمد، اگرچہ دریں مقاماتِ عالیہ ظہور ایں چنیں الفاظ کم می شود، لیکن ایں از خصوصیات ایں مقام ست، عجب آنست کہ دریں جا باوجود ظہور محبتِ ذاتی شانِ استغنا و

خواہ مشائخ کبارؒ کے مزارات ہی کیوں نہ ہوں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا اگرچہ ارواح و ملائکہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس مقام پر درودِ ابراہیمی کا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے بار بار بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے محبتِ ذاتیہ صرفہ کے دائرے میں توجہ فرمائی اور اس جگہ کمالِ ذاتی کا مراقبہ جو حقیقتِ موسوی کا منشا ہے اور خود اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے ارشاد فرمایا: اس مقام کی کیفیت پوری قوت کے ساتھ وارد ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات پاک سے محبت و دوستی جس سے حقیقتِ موسوی مراد ہے ظاہر ہوئی اور وہ جو بعض بزرگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے محبوبیت ثابت کی ہے، اگر اس سے مراد ان بزرگوں کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرتِ حق سبحانہٗ کے محبوب ہیں تو ہم تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ نبوت، رسالت اور اولوالعزم کا مرتبہ بغیر محبوبیت کے حاصل نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام حضرت حق سبحانہٗ کے محبوب اور مراد ہیں اور ان کا راستہ اجتباء کا راستہ ہے اور یہ بات ہمارے مطلب کے منافی و مخالف نہیں ہے لیکن اگر اُن کی مراد یہ ہے کہ حقیقتِ موسوی ہی محبوبیتِ ذاتی ہے جس طور سے کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے حقیقتِ احمدی کو قرار دیا ہے تو یہ محلِ تامل ہے اور مجھ نافہم کے ناقص فہم میں نہیں آتا۔ اور یہ ہمارے طریقے کے آقا اور ان کے اتباع کرنیوالوں کے کشف کے بھی خلاف ہے۔

ایک روز اس کمترین نے اپنے احباب میں سے ایک صاحب پر اس مقام کی توجہ دی تو بے اختیار مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور بے ساختہ میری زبان پر یہ آیت کریمہ جاری ہو گئی "اے رب دکھا مجھے اپنے آپ کو کہ میں تیری طرف نظر کروں"۔ اگرچہ ان مقاماتِ عالیہ میں ایسے الفاظ کا ظہور کم ہوتا ہے لیکن یہ اس مقام کی خصوصیات میں سے ہے اور عجیب یہ ہے کہ اس مقام پر محبتِ ذاتی کے ظہور کے باوجود استغناء اور

بے نیازی ظہور می فرماید، و ایں از اجتماعِ ضدین ست، و ہمیں سرّ معلوم می شود آنچہ در بعضے مواقع از حضرت کلیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام صدور بعضے کلمات[1] کہ در ظاہر گستاخانہ مفہوم می شود، واقع شدہ اند، وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ سُبْحَانَہٗ۔ دریں جا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی کَلِیْمِكَ مُوْسٰی نیز ترقی می بخشد۔ بعد ازیں حضرت پیر دستگیر در حقیقت الحقائق کہ عبارت از حقیقتِ محمدی ست علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بر غلامِ خود توجہ فرمودند،

(دائرہ محبوبیۃ ذاتیہ ممتزجہ)

و دریں جا مراقبۂ ذاتیکہ محبِ خود و محبوبِ خود ست، و منشاءِ حقیقتِ محمدی ست ارشاد کردند، و دریں جا بعنایت حضرت پیر دستگیر محبیتِ ممتزجہ با محبوبیت ظہور فرمودہ۔

و بیان اجتماعِ ایں دو نشاۃ دریں دائرہ کیفیتے دارد کہ از تحریر راست نمی آید، و دریں مرتبۂ مقدسہ فنا و بقا دست داد، و اتحادِ خاص باں سرورِ دین و دنیا میسر آمد و بطفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمرتبہ رسانیدند و اسرارے بظہور آوردند، کہ اظہارِ آں موجبِ ایقاظ فتنہ است، معنی رفع توسط کہ اکابرِ اولیاء باں قائل اند، ایں جا ظاہر می شود و مشہود می گردد کہ ایں کسے را باں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاملہ شدہ است کہ ہم آغوش یک کنار اند، و ہم بستر یک نگار، و با ایں ہمہ محبتِ خاص با حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیدا می شود، کہ سرّ سخن حضرت امام الطریقہ

---

[1] اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ الخ ۱۲

بے نیازی کی شان بھی ظاہر ہوتی ہے، یہ ضدّین کا اجتماع ہے اور اسی سے یہ راز ظاہر ہوتا ہے کہ بعض موقعوں پر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض جرأت آمیز کلمات صادر ہوئے جو بظاہر گستاخانہ معلوم ہوتے ہیں تو وہ امر واقعہ ہے اور علم تو اللہ سبحانہ کو ہے۔ اس مقام پر اس درود شریف سے ترقی ہوتی ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی کَلِیْمِكَ مُوْسٰی۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے حقیقت الحقائق میں اس غلام پر توجہ فرمائی اس سے مراد حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اور اس مقام میں اس ذات کا مراقبہ ارشاد فرمایا جو آپ ہی اپنا محب بھی ہے اور محبوب بھی اور حقیقتِ محمدی کا منشا بھی ہے۔ اس جگہ حضرت پیر دستگیرؒ کی عنایت و مہربانی سے محبیّت جو محبوبیت سے ملی ہوئی ہے اس کا ظہور ہوا، اور اس دائرہ میں ان دو مرتبوں کے اجتماع کا بیان ایک خاص کیفیت رکھتا ہے جو تحریر میں پورے طور پر نہیں آسکتی۔ اس مقدس مقام پر فنا اور بقا حاصل ہوئی اور دین و دنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص اتحاد میسّر ہوا، اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں مجھے اس مرتبے پر پہنچایا گیا اور وہ اسرار ظاہر کئے گئے کہ ان کا اظہار فتنے کے بیدار کرنے کا موجب ہوگا۔ رفعِ توسط کے معنی جس کے اکابر اولیاء قائل ہیں اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اس صاحبِ مقام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق ہوجاتا ہے کہ دونوں (صاحبِ مقام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) ایک ہی محبوب کے ہم کنار و ہم آغوش ہیں۔ اور اس سب کے باوجود اس کو حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہوجاتی ہے، اور امام الطریقہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے اس قول کا راز بھی

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہویدا می گردد، آنجا کہ فرمودہ اند، خدائے جل شانہٗ را برائے آں دوست می دارم کہ ربِ محمدؐ ست، صلی اللہ علیہ وسلم، ودریں مقام در جمیعِ امور جزئی وکلی ودینی ودنیاوی مشابہتے ومناسبتے با حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوش می آید، وہمیں جہت ست، آنچہ حضرت ایشاں رضی اللہ عنہ رغبتِ کلی در عمل بر حدیث دارند، وتشویق وترغیب ایں امر می فرمایند، اللہ تعالیٰ ایشاں را بطورے دریں مقام قوتے ورسوخے کرامت فرمودہ است کہ بواسطہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس شریف ایشاں شبیہ بہ محفل صحابہ کرامؓ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم گردیدہ است، چنانچہ بعضے از اصحاب کرام رضی اللہ عنہم فرمودہ اند کہ وقتے کہ در محفلِ مقدس نبویؐ حاضر می شوم، معاملہ می گذرد کَاَنَّا نَرَایٰ عَیْنٍ، وصفِ حال آں مقام ست، راقم گوید عفی عنہ کہ ایں بندہ را ہمیں معاملہ در حضور پر نور حضرت پیر دستگیرؒ خود بارہا گذشتہ است فَہِمَ مَنْ فَہِمَ۔

بعد ازیں حضرت پیر دستگیرؒ بندہ را در حقیقتِ احمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام توجہ فرمودند، ودریں مراقبۂ ذاتی کہ محبوب خود ست، ومنشاءِ حقیقتِ احمدؐی ست، ارشاد کردند، دریں مقام علو نسبت

دائرہ محبوبیتِ ذاتیہ صرفہ

باشتغال انوار ظہور می فرماید، ودریں جا بعضے اسرار بیان آوردند، روزے در حلقہ پیر دستگیرؒ حاضر بودم ومتوجہ ایں مقامِ عالی گردیدم معاملہ گذشت، کہ خود را عریانِ محض ملقی بین یدی الرحمٰن یافتم، زیادہ ازیں چہ وا نمایم، از مدتے بخاطر فاتر ایں مسکین می آید، کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ در جائے تحقیق فرمودہ اند، کہ حقیقتِ کعبہ معظمہ بعینہ حقیقتِ احمدؐی ست، معنی

اس مقام میں کھلتا ہے جو آپؒ نے فرمایا ہے کہ "خدائے جل شانہ، کو میں اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار ہے"۔ اور اسی مقام پر ہر چھوٹے بڑے اور دین و دنیا کے تمام معاملات میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت اور مناسبت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ خود بھی حدیث پر عمل کی پوری رغبت رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا شوق اور ترغیب دلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقام پر ایسی رسائی اور بزرگی عطا فرمائی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے ان کی مجلس ایسی معلوم ہوتی ہے جیسی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محفل۔ اور وہ جو بعض صحابہ کرام (مثلاً حضرت حنظلہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم جس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلِ مقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے مغیبات کا مشاہدہ و معائنہ کر رہے ہیں"۔ اس مقام کا حال بھی اسی جیسا ہے۔ راقم الحروف (مصنف) عفی عنہ کہتا ہے کہ حضرت پیر دستگیرؒ کے حضور پر نور میں یہ معاملہ بارہا مجھ پر گذرا ہے "سمجھا جس نے سمجھا"۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے بندے پر حقیقتِ احمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں توجہ فرمائی، اور یہاں اس ذات کا مراقبہ جو آپ ہی اپنا محبوب ہے اور حقیقتِ احمدی کا منشا بھی ہے ارشاد فرمایا۔ اس مقام پر نسبت کی بلندی انوار کی شعاعوں کے ساتھ ظہور فرماتی ہے، اور یہاں محبوبیتِ صرف کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک دن یہ عاجز حضرت پیر دستگیرؒ کے حلقے میں حاضر تھا کہ اس مقامِ عالی کی طرف متوجہ ہوا تو یہ واقعہ پیش آیا کہ خود کو محض عریاں رحمٰن جل شانہ کے سامنے پڑا ہوا پایا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا ظاہر کروں"۔

ایک مدت سے اس مسکین کے کمزور دل میں یہ خطرہ گذرتا تھا کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے

این سخن در فہم قاصر نمی آید، چہ حقیقتِ کعبہ در حقائقِ الٰہیہ ست و حقیقتِ احمدی در حقائقِ انبیاء است، پس چہ طور یک حقیقت باشد، روزے در حقیقتِ احمدی متوجہ بودم ناگہاں دیدم کہ ظہور حقیقتِ کعبۂ معظمہ واقع شد و ندا، در دادند کہ عظمت و کبریائی ہم خاصہ محبوب ست و محبوبیت و مسجودیت ہر دو از شیوناتِ آنحضرت ست، پس در سخن صاحبِ الطریقت جاے ریب و تردد نیست و حضرت پیر دستگیرؒ خود را دریں مقام عالی بشانِ خاص یافتم، و دریں مقام محبوبیتِ ذاتی منکشف می شود، چنانچہ در خلت محبوبیتِ صفاتی بود و معنی محبوبیت ذاتی آنست، کہ محبوب را قطع نظر از صفاتِ جمیلہ او کہ عبارت از مثل خط و خال وغیرہ است، دوست می دارند فقط در ذاتِ او چیزے می باشد، کہ موجب تعشق می گردد، شاعرے می گوید۔ بیت

شاہد آں نیست کہ موے و میانے دارد　　بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد

دریں جا درود اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلَ صَلٰوتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ كَذٰلِكَ ترقی می بخشد۔

دائرہ حُبِّ صرفہ ذاتیہ

بعد ازیں بندہ را پیر دستگیرؒ در حب صرفہ ذاتیہ توجہ فرمودند دریں جا مراقبہ حبِ صرفہ ذاتیہ ارشاد کردند، دریں جا کمال علو و بے رنگی نسبت باطن ظاہر می شود، ایں مرتبہ بحضرت اطلاق و لاتعین اقرب ست، و ایں ہم از مقاماتِ مخصوصہ پیغمبر ما است صلی اللہ علیہ وسلم حقائقِ انبیاء دیگر دریں مقام نزد فقیر ثابت نمی شود، چہ نزد صاحب الطریقہ امامِ ربّانی اول تعینے کہ حضرت لاتعین را لاحق گردیدہ، تعین حب ست،

ایک جگہ تحقیق فرمائی ہے کہ حقیقتِ کعبہ معظمہ بعینہٖ حقیقتِ احمدیؐ ہے۔ یہ بات میری فہم ناقص میں نہ آتی تھی کیونکہ حقیقتِ کعبہ تو حقائقِ الٰہیہ میں سے ہے اور حقیقتِ احمدیؐ حقائقِ انبیاءؑ میں سے ہے، پس یہ دونوں کس طرح ایک ہو سکتی ہیں۔ ایک روز میں حقیقتِ احمدیؐ میں متوجہ تھا کہ یکایک میں نے دیکھا کہ حقیقتِ کعبہ کا ظہور ہوا اور آواز آئی کہ عظمت اور کبریائی بھی محبوبیت کا خاصہ ہے اور محبوبیت اور مسجودیت دونوں حضرتِ حق جل شانہ کے شیونات میں سے ہیں۔ پس حضرت صاحب الطریقہؒ کے کلام میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور میں نے حضرت پیر دستگیرؒ کو اس مقام میں ایک خاص شان کے ساتھ پایا، اور اس مقام پر محبوبیتِ ذاتی ظاہر ہوتی ہے جس طرح کہ مقامِ خُلّت میں محبوبیتِ صفاتی ہوتی ہے، اور محبوبیتِ ذاتی کے معنی یہ ہیں کہ اپنے محبوب کو اس کی صفاتِ جمیلہ مثلاً خط و خال وغیرہ سے قطع نظر کر کے دوست رکھیں، فقط اس کی ذات میں ایسی بات ہوتی ہے جو موجب تعشق ہوتی ہے، کسی شاعر نے کہا ہے۔ بیت

محبوب وہ نہیں ہے کہ موے و کمر رکھے　　بندے بنو تم اس کے کہ ہو جس کی آن اور[1]

اس مقام پر یہ درود شریف ترقی بخشتا ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے اس غلام پر حبِّ صرفہ ذاتیہ میں توجہ فرمائی اور اسی کا مراقبہ ارشاد فرمایا۔ اس مقام پر نسبتِ باطن میں کمال بلندی و بے رنگی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہ مقام بھی حضرتِ اطلاق و لاتعین سے بہت ہی قریب ہے، اور یہ بھی ہمارے آقا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص مقاموں میں سے ہے، دوسرے انبیاء کرامؑ کے حقائق میرے نزدیک اس مقام پر ثابت نہیں ہوتے کیونکہ حضرت امامِ ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضرتِ لاتعین کے ساتھ جو پہلا تعین لاحق ہوا ہے وہ تعینِ حُب ہی ہے اور اسی پہلے تعین کو

---

[1] اقبال نے بھی خوب کہا ہے ؎
میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں　　غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں

وہماں تعین اول را حقیقتِ محمدی قرار دادہ اند،

دائرہ لاتعین

بعد ازیں مرتبۂ لاتعین و حضرتِ اطلاق ست، دریں جا حضرت پیر دستگیرؒ نیز غلامِ خود را بتوجہ خود سرفراز فرمودند، وایں ہم از مقاماتِ خاصہ حضرت رسالت پناہی ست صلی اللہ علیہ وسلم، دریں جا ہم سیرِ قدمی نمی شود، اما سیرِ نظری البتہ می شود، لیکن نظر تا کجا کار خواہد کرد، خوش گفت۔ بیت

داماںِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار　　گل چینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

ایں است بیان سلوک کہ حضرت پیر دستگیرؒ ایں بندۂ شرمندہ را دریں مقامات بتوجہ شریف ممتاز فرمودہ اند، اگر تمام عمر مصروفِ شکر ایں احسان شوم و خود را با خاک برابر ساختہ از خود نامے و نشانے نہ گزارم، ہنوز از ہزاراں یکے را ادا نہ کردہ باشم۔ ؎

گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے　　یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

فصل: دربیان بعضے مقامات کہ از راہِ سلوک علیحدہ افتادہ اند۔

و در بعضے ازاں ایں بندہ را حضرت پیر دستگیر بتوجہ خود ممتاز فرمودہ اند۔ اظہاراً للشکر بیان می نماید۔ بدانکہ دائرہ سیفِ قاطع محاذی دائرہ ولایتِ کبری واقع شدہ است، اگرچہ ایں بندہ را دریں دائرہ توجہ نہ شدہ است

دائرہ سیفِ قاطع

لیکن بندہ از حضور پر نور استفسار احوال ایں دائرہ کردہ بود و عرض بیان وجہ ایں اسم مر ایں دائرہ را نمودہ ارشاد فرمودند، کہ سیف قاطع نام ایں دائرہ برائے آن است کہ وقتے کہ سالک دریں دائرہ قدم می نہد، مانند شمشیر برندہ ہستی سالک را

حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام مراتب کے بعد مرتبۂ لاتعین وحضرتِ اطلاق کا مرتبہ ہے۔ اس مقام پر بھی حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام کو اپنی خاص توجہ کے ساتھ سرفراز فرمایا اور یہ مقام بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ مخصوصہ میں سے ہے، یہاں پر بھی سیر قدمی نہیں ہوتی لیکن سیر نظری ضرور ہو جاتی ہے مگر نظر کہاں تک کام کرے گی کسی نے خوب کہا ہے:

ہیں پھول ترے حسن کے ہر سمت شگفتہ کوتاہ نگاہی سے مجھے اپنی گلہ ہے

یہ ہے ان مقامات کے سلوک کا بیان جو حضرت پیرِ دستگیرؒ نے اس شرمسار غلام کو ان مقامات پر اپنی توجہ سے ممتاز فرمایا ہے۔ اگر میں اپنی تمام عمر اس احسان کے شکر میں صرف کردوں اور خود کو ان کے قدموں کی خاک بنا کر اپنا نام ونشان بھی مٹا دوں تب بھی میں ہزاروں میں سے ایک شکر یہ ادا نہ کرسکوں گا ؎

ہر رُواں ہو زبان تو شکر ترا
ایسی سَو سَو زبان سے ہو نہ ادا

فصل بعض ان مقامات کے بیان میں جو راہِ سلوک سے علیحدہ ہیں۔

اور ان میں سے بعض میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اس بندے پر توجہ فرمائی۔ شکر کے اظہار کے لئے ان کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ سیف قاطع کا دائرہ ولایتِ کبریٰ کے دائرے کے بالمقابل ہے۔ اگرچہ اس بندے کو اس دائرے میں حضرت پیر دستگیرؒ نے توجہ نہیں فرمائی، لیکن اس غلام نے حضرت پیر دستگیرؒ سے اس دائرے کے حالات دریافت کئے تھے اور اس دائرے کی وجہ تسمیہ بھی دریافت کی تھی تو ارشاد فرمایا کہ سیفِ قاطع نام اس لئے ہے کہ جب سالک اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو وہ اس کی ہستی کو شمشیر براں کی طرح کاٹ کر نیست ونابود کردیتا ہے اور سالک کا

نیست و نابود می سازد، و از سالکِ نامے و نشانے نمی گذارد، لہذا ایں دائرہ را سیفِ قاطع نام نہادہ اند۔

دائرہ قیومیت

دائرہ قیومیت از دائرہ کمالاتِ اولوالعزم ناشی شدہ است اگرچہ در راہِ سلوک واقع ست لیکن معمول حضرت پیرِ دستگیرؒ برائے توجہ دریں دائرہ نبود، سِرّش آں تواند بود کہ قیومیت منصب انبیاء اولوالعزم ست، و بایں منصب عظیم الشان دریں امت مرحومۂ اللہ تعالیٰ حضرت مجددؒ الف ثانی را و حضرتِ ایشاں محمد معصوم و بعضے فرزنداں و خلفائے ایشاں را رضی اللہ عنہم سرفراز فرمودہ، چنانچہ دریں وقت حضرت پیرِ دستگیر قیوم زماں و قطب دوراں ہستند۔ ہر کسے را کہ مشیتِ ابزدی تعلق می گردد، بایں منصب سرفراز می فرمایند، حاجت توجہ نیست۔ روزے بندہ فاتحہ پیران خواندہ متوجہ ایں دائرہ بودم، احوالے و اسرارے بمیاں آوردند کہ تعبیر آں بزبانِ راست نمی آید و بفیضے خاص دریں دائرہ مشرف گردیدم ایں معنی را بحضور پر نور ایشاں عرض نمودہ بودم، فرمودند کہ دریں دائرہ متوجہ شدہ باشی، ازیں سخن امیدوارم کہ اللہ تعالیٰ بتصدقِ فرقِ حضرت پیرِ دستگیر سرفراز فرماید۔ بیت

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

الحمد للہ کہ بعد مدتے در سال یکہزار و دو صد و سی و سوم نصف ماہ جمادی الاولیٰ حضرت ایشاں بندہ را بشارت قیومیت عطا فرمودند، و ارشاد کردند کہ مرا الہام شد لہذا بتو ارشاد کردم۔ و در مرضِ اخیر بندہ را از بلدۂ لکھنؤ طلبیدند و فرمانِ والا شان بجہت طلب بندہ فرستادند، دراں مکتوباتِ عالی و سرفرازنامہائے متعالی نیز

نام و نشان تک نہیں چھوڑتا، اس لئے اس دائرے کا سیفِ قاطع نام پڑا۔
معلوم رہے کہ دائرہ قیومیت، کمالاتِ اولوالعزم کے دائرے سے نشو و نما پاتا ہے۔ اگرچہ یہ دائرہ بھی راہِ سلوک میں واقع ہے لیکن حضرت پیر دستگیرؒ کے معمول میں اس کی توجہ نہیں تھی۔ اور اس کا راز یہ ہو سکتا ہے کہ قیومیت انبیائے اولوالعزم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب ہے اور اس امتِ مرحومہ میں اس عظیم الشان منصب پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرتِ ایشاں (حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ) اور ان کے فرزندوں اور خلفاءؒ میں سے بعض کو سرفراز فرمایا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ بھی قیومِ زماں اور قطبِ دوراں ہیں پس جس کسی کے لئے مشیتِ ایزدی ہوتی ہے اس منصب پر سرفراز فرما دیا جاتا ہے، اس میں توجہ کی کوئی حاجت نہیں۔ ایک دن پیرانِ کبارؒ کی فاتحہ پڑھ کر جب میں اس دائرے کی طرف متوجہ ہوا تو ایسے احوال اور اسرار درمیان میں آئے کہ زبان سے بیان کرنا درست نہیں ہے، اس دائرے میں ایک خاص فیض سے مشرف ہوا، اور جب یہ بات حضور پر نورؒ سے عرض کی تو فرمایا کہ "تم اس دائرے میں متوجہ رہا کرو"۔ آپ کی اس بات سے میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ کے سر کے تصدق سے مجھ کو اس دائرے کے فیض سے بھی سرفراز فرمائے گا۔ بیت

پھر اگر روح القدس کا فیض فرمائے مدد دوسرے بھی وہ کریں جو کچھ مسیحا نے کیا

الحمد للہ کہ ایک مدت کے بعد ۱۲۳۳ھ میں ماہ جمادی الاول کے وسط میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اس بندے کو قیومیت کی بشارت دی اور ارشاد فرمایا کہ "چونکہ مجھے الہام ہوا ہے اسی لئے میں نے تم کو یہ خوشخبری دی ہے"۔ اور آخری مرض میں بندہ کو لکھنؤ شہر سے طلب کیا اور فرمان عالی شان بندہ کی طلب کے واسطے بھی بھیجا

بشارت این منصب عالی بہ بندہ عنایت فرمودند، از انجملہ دو مکتوب را
تبرکاً ابزاد می نماید۔

مکتوب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا
حسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب سلّمکم ربکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ
دریں ولا این فقیر را مرض خارش وضعف وشدتِ تنفس مستولی گردیدہ کہ طاقتِ
نشست وبرخاست خیلے دشوار علاوہ این کہ درد در کمر از چندے طاری شدہ
کہ نماز بر اقعاد خواندن ہم محال، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب می فرمودند
کہ حضرت شاہ ابوسعید صاحب بالضرور پیش شما باشند، پس دریں وقت شدت
امراض بحدے رسیدہ کہ طاقت نشستن نماند، وفتور کلی در ستہ ضروریہ آمدہ،
دریں وقت آمدن شما بسیار مناسب ست، جلدتر خود را برسانید وقبل ازیں
خطوط متواتر در طلب شما مع برکات تبرکاتِ جدیدہ روانہ کردہ شدہ تعجب ست
کہ قصدِ آمدن اینجانہ کردہ اید، این فقیر را بحسب ظاہر صحت محال، افسوس
کہ شما این قدر تاخیر می نمائید ؎

خوباں دریں معاملہ تاخیر می کنند

می بینم کہ منصبِ آخر مقامات این خاندان عالی شان بشما متعلق ووابستہ شد
وپیشتر ازیں در بیماری سابق دیدہ بودم کہ شما بر چہار پائی ما نشستہ اید، وقیومیت
بشما عطا کردند، سوائے شما قابل این توجہات غریبہ وعجیبہ کسے نیست، بمجرد
رسیدن این خط خود را جریدہ روانہ این صوب نمایند، وبرخوردار احمد سعید را

جو مکاتیب و سرفرازنامے بندے کے نام پر روانہ فرمائے، ان میں بھی اس عالی منصب کی بندہ کو بشارت عطا فرمائی، ان میں سے دو مکتوبات تبرکاً درج کئے جاتے ہیں۔

مکتوب اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابوسعید سلمکم ربکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس وقت اس فقیر پر مرض خارش اور کمزوری اور شدت تنفس اس قدر غالب ہوگئی ہے کہ اٹھنا بیٹھنا بھی بہت دشوار ہوگیا ہے، علاوہ ازیں درد کمر اس قدر لاحق ہوا ہے کہ ادائے نماز بحالت اقعا (زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر گھٹنے کھڑے کرکے سرینوں کے بل بیٹھنا) دشوار بلکہ محال ہے حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ابوسعید صاحب کا اس وقت آپ کے پاس ہونا نہایت ہی ضروری ہے، پس اس وقت امراض کی شدت اس حد تک پہنچ گئی ہے، کہ بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی، اور میرے ستّۂ ضروریہ (تنفس، کھانا، پینا، سونا جاگنا، حرکت و سکون، پاخانہ پیشاب، رنج و راحت) میں پورا پورا خلل واقع ہوگیا ہے۔ پس اس وقت آپ کا آنا بہت ہی مناسب ہے، لہذا بہت جلد تشریف لے آؤ۔ اس سے قبل متواتر خطوط اور جدید تبرکات روانہ کئے گئے، تعجب ہے کہ آپ نے یہاں آنے کا قصد نہیں کیا۔ اس فقیر کی صحت بظاہر محال معلوم ہوتی ہے افسوس ہے کہ تم اس قدر تاخیر کر رہے ہو ؎

اچھے ہی اس معاملے میں دیر کرتے ہیں

میں دیکھ رہا ہوں کہ اس عالیشان خاندان کے مقامات کا آخری منصب تمہارے متعلق کیا گیا ہے۔ اور اس سے قبل اپنی سابق بیماری میں میں نے دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور منصب قیومیت تم کو عطا کیا گیا ہے، لہذا ان توجہات عجیبہ غریبہ کے قابل تمہارے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا اس لئے اس خط کے دیکھتے ہی

بجائے خود بگذارند، و بدعاحسنِ خاتمہ و درود استغفار و ختم کلمہ طیبہ و قرآن مجید
و ختم پیران کبار و لقائے جان افزا و اتباع حبیب خدا محمد مصطفےٰ مدد فرمایاشید
والسلام انتہیٰ مکتوبہ الشریف۔

مکتوب ثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بجناب صاحبزادہ عالی نسب والاحسب حضرت
شاہ ابوسعید صاحب و احمد سعید صاحب جعلہما اللہ للمتقین اماما۔ بعد
از سلام مسنون و دعائے عافیت مشحون واضح می نماید، کہ مکرر رقیمہ ہائے
فقیر برائے طلب شما فرستادہ شد معلوم نیست کہ بخدمت می رسند یا درراہ
تلف می شوند، احوال مزاج فقیر بسیار سقیم ست، طاقت نشستن نماندہ،
ہجومِ امراض دندارِ الرحیل درداد ند، فقیر را بجز دیدنِ شما ہیچ آرزوئے
نیست بلکہ از غیب القامی شود، کہ ابوسعید را باید طلبید، و روحِ مبارک
حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ برایں باعث ست و دیدہ ام کہ شمارا برایں
راست خود نشاندہ ام و منصبے کہ آثار آں عنقریب عائد بشما می شود مفوض
نمودہ خانقاہ شمارا مبارکباد، جلد تر بیائید و توکلاً علی اللہ اینجا آمدہ
بہ نشینید، اگر اللہ تعالیٰ مرا بیا مرزید بصدقہ پیران کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم
از توجہ و ہمت قاصر نیستم ہر چہ فتوح از غیب برسد، صرف مایحتاجِ خود
و وابستہ ہائے خود نمایند، و آنچہ باقی ماندہ بر فقرار تقسیم کنند، ہمہ اہل خانقاہ
و اکثر مردمانِ شہر شمارا می خواہند، مثل احمد یار و ابراہیم بیگ و میر خورد و
مولوی عظیم و مولوی شیر محمد، بلکہ جمیع مردمان شہر بارہا می گویند کہ میاں

تن تنہا اس طرف روانہ ہوجاؤ اور برخوردار احمد سعید کو اپنی جگہ چھوڑ آؤ، اور دعائے حسن خاتمہ اور درود شریف اور استغفار اور ختم کلمۂ طیبہ اور قرآن مجید اور ختم شریف پیرانِ کبار اور جان افزا ملاقات اور اتباع حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد کرو۔ والسلام ۔ آپ کا پہلا مکتوب شریف یہاں ختم ہوگیا۔

دوسرا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ بجناب صاحبزادہ عالی نسب والاحسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب و احمد سعید صاحب، اللہ تعالیٰ تم دونوں کو متقین کا پیشوا بنائے۔ سلام مسنون اور عافیت سے بھری ہوئی دعا کے بعد واضح کیا جاتا ہے کہ فقیر نے مکرر خطوط تمہارے بلانے کے لئے بھیجے گے معلوم نہیں کہ تم تک پہنچے ہیں یا راستے ہی میں ضائع ہوجاتے ہیں، فقیر کی حالت بہت ہی نازک ہے بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی، امراض کا ہجوم ہے اور صدائے کوچ بلند۔ فقیر کی بجز آپ کے دیدار کے اور کوئی آرزو بھی نہیں، بلکہ غیب سے القا ہورہا ہے کہ ابوسعید کو طلب کرنا چاہئے، اور حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی روحِ مبارک بھی اس پر باعث ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ تم کو میں نے اپنی دائیں ران پر بٹھایا ہے اور وہ منصب جس کے آثار عنقریب تم پر وارد ہوں گے تمہارے سپرد کیا ہے یہ خانقاہ تم کو مبارک ہو، بہت جلد تشریف لائیں اور توکلاً علی اللہ یہاں بیٹھ جائیں اگر اللہ تعالیٰ نے پیرانِ کبارؒ کے صدقے میں مجھ کو بخشدیا تو توجہ اور ہمت سے میں قاصر نہیں ہوں، غیب سے جو کچھ برآمد ہو اپنی اور اپنے متعلقین کی ضرورتوں میں صرف کریں اور باقی ماندہ فقراء پر تقسیم فرمادیں۔ خانقاہ والے اور شہر کے اکثر لوگ تمہارے ہی خواہاں ہیں، جیسے احمد یار، ابراہیم بیگ، میر خورد، مولوی عظیم اور مولوی شیر محمد بلکہ تمام لوگ شہر کے بار بار کہتے ہیں کہ میاں ابوسعید خانقاہ کی سکونت و بود و باش کے لائق ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور

ابوسعید لائق اند، کہ در اینجا نشینند، وحضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ واکثر اعزہ شہر بر اخلاق حسنہ ومسکنت وشکست وحفظ ومشغولی وبردباری شما نظر کردہ مجوز طلبیدن شما بلا شرکت غیرمی شوند، بہرصورت عازم ایں جا شوند، درچوپالہ یا در گاڑی بیایند، اجرت کہاراں ایں جا دادہ خواہد شد، اجتماعِ اہل خانقاہ برایں شد کہ ایشاں را یعنی شما را باید طلبید، ومرا نیز الہام کردند کہ قابلیت ایں کار فقط در شما ست بعد استخارہ ہا بیایند، وحاجت دیگرے نیست اینجا باشید ورواج طریقہ شریفہ فرمائید، وتدبیر معاش را حوالہ بخدا کنید، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل وعدۂ الٰہی کافی ست بگذار وبیا سا۔ وقت ما آخر رسید چند انفاس باقی ماندہ را بہ بینید، وفیضہا بردارید، شاید ایں آرزو بوقوع آید۔ بیت

مرگ آرزو کنم چو شوی مہربانِ من یعنی بہ بختِ خویش مرا اعتماد نیست

جناب حضرتین در وقتِ انتقال حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر بودند، رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہم دراں می گویند کہ ازیں ہر دو شخص یکے را متعین کنید تا بعد شما نزاع واقع نشود، اگرچہ در کاغذ وصیت نامہ مہر فقیر بگواہی ہر سہ میاں صاحب ودیگر اعزہ نام شما را اولی والیق نوشتہ ام، بالفعل شما را ترجیح دادم، وبرخوردار احمد سعید را آنجا گذاشتہ بمجرد رسیدن رقیمہ ہمہ را جواب دادہ نزد ما بیایند، قبر ما در صحن ہمیں مکان خواہد شد وتبرکات بر بالین بر گنبد ضیق ومردماں وابستہ شما ہر وقتیکہ خواہند آمد۔ در ہر دو حویلی باشند وشما ایں جا بمزار ما باشید واخراجاتِ خانقاہ ہمہ بر طور شما ست، بہر طور کہ مناسب

شہر کے اکثر رؤسا، آپ کے اخلاقِ حسنہ اور مسکنت طبع اور شکستہ حالی و سادگی مزاج اور امانتداری اور ذکر و شغل اور صبر و تحمل پر اعتماد کر کے آپ کے بلوانے کو بلا شرکت احدے صحیح و درست سمجھ رہے ہیں، بہر حال اس طرف آنے کا عزم مصمم فرمائیں پینس یا گاڑی پر تشریف لائیں، کہاروں کی اجرت یہاں سے دیجائیگی۔ اہلِ خانقاہ اس امر پر متفق ہیں کہ آپ ہی کو طلب کیا جائے اور مجھ کو بھی الہام ہوا ہے کہ اس کام کی قابلیت صرف آپ ہی میں ہے چند بار استخارہ کر کے تشریف لے آئیں، کسی دوسرے کی ضرورت نہیں، یہاں رہو اور طریقۂ شریفہ کو رواج دو، اور روزگار و معاش کی تدبیر بحوالہ خدا کرو، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل خدا تعالیٰ کا وعدہ کافی ہے، آؤ اور آرام اٹھاؤ۔ ہمارا اب آخری وقت ہے، ہمارے باقی ماندہ چند سانس کو پاؤ اور فیض اٹھاؤ۔ شاید یہ آرزو پوری ہو جائے۔ بیت

گر تم ہو مہربان تو ہے مطلوب مجھ کو موت ۔۔۔ قسمت پہ یعنی مجھ کو نہیں اعتماد کچھ

یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پُر ملال کے وقت دونوں حضرات (خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصومؒ) حاضر ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ ان دونوں حضرات میں سے اپنی جانشینی کے واسطے ایک کو متعین فرما دیں تاکہ جناب کے بعد کسی قسم کا نزاع وقوع میں نہ آئے، اگرچہ میں نے وصیت نامے میں ہر سہ میاں صاحبان (شاہ رفیع الدینؒ و شاہ عبد القادرؒ و شاہ عبد العزیزؒ) و دیگر معزز حضرات کی شہادت کے ساتھ تمہارے نام کو اولیٰ و الیق لکھا ہے ولیکن اب میں تم کو ترجیح دیکر متعین کرتا ہوں، برخوردار احمد سعید کو وہاں چھوڑ کر اس خط کے پہنچتے ہی سب کو جواب دیکر ہمارے پاس پہنچ جاؤ، ہماری قبر اسی مکان کے صحن میں ہوگی اور تبرکات ہمارے سرہانے تنگ گنبد میں رکھے جائیں اور تمہارے

دانید، و بردباری و تحمل بسر برید و دعائے حسنِ خاتمہ و لقائے جان افزا و اتباعِ حبیب خدا محمد مصطفیٰ فرمایند زیادہ والسلام۔ انتہی کلامہ الشریف۔

دائرہ حقیقتِ صوم

دائرہ حقیقتِ صوم محاذی حقیقتِ قرآنی واقع شدہ است، در رمضان در سال یکہزار و دو صد و بست و ہفت حضرت پیر دستگیر بندہ را دریں حقیقتِ عالی توجہ فرمودند، و آثار و انوارِ ایں حقیقت عالی بریں ذرہ بے مقدار ورود فرمودند، و عدمیت خاص و صمدیت بااختصاص ظہور نمودہ ازیں حقیقت حظے وافر فرا گرفت فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ بدانند کہ از سالہا آرزوئے آں داشتم کہ حضرت پیر دستگیر بندہ را بضمنیتِ خود سرفراز فرمایند، چہ ضمنیت آنحضرت بعینہ ضمنیت حبیب خدا ست، صلی اللہ علیہ وسلم۔ چہ حضرت پیر دستگیر را حضرتِ ایشاں شہید میرزا صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بضمنیت خود بشارت فرمودہ اند، و حضرت میرزا صاحب قبلہ را حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بضمنیتِ خود مبشر ساختہ و حضرت شیخ از پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بضمنیتِ کبریٰ امتیاز یافتہ و ایں معنی را بارہا بخدمت فیض درجت حضرت پیر دستگیر عرض کردہ بودم تا آنکہ در سال ہزار و دو صد و سی ہجری در ماہ صفر نبوہ، ختم قرآن مجید کہ در حضور در نوافل اوابین ختم می کردم، باختتام رسید، بعد از ختم بہ بندہ ارشاد کردند کہ از ما چیزے خواہشے داری، بخواہ، بندہ عرض کردم کہ امیدوار ضمنیت حضرت ہستم، بندہ را از غایت بندہ نوازی نزدیک خود طلبیدہ بسینۂ مبارک چسپانیدہ تا دیر توجہ فرمودند، احوالے برمن ورود نمودہ کہ اظہار آں اسرار

متعلقین جب چاہیں یہاں آکر دونوں حویلیوں میں رہیں اور تم اس جگہ ہمارے مزار پر رہو، اور خانقاہ کے سارے اخراجات تمہاری رائے کے موافق ہوں گے جس طرح تم مناسب سمجھو صرف کرو، تحمل اور بردباری سے کام لو، اور دعا حسن خاتمہ اور رجان افزا ملاقات اور اتباعِ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھو والسلام۔ آپ کا کلام شریف ختم ہوا۔

اب معلوم رہے کہ حقیقتِ صوم کا دائرہ حقیقتِ قرآنی کے مقابل واقع ہوا ہے ۱۲۲۷ھ کے ماہ رمضان المبارک میں حضرت پیر دستگیرؒ نے بندے کو اس حقیقتِ عالی میں توجہ فرمائی۔ اس عالی حقیقت کے آثار و انوار اس ذرۂ بے مقدار پر وارد ہوئے، اور ایک خاص قسم کی عدمیت و نیستی اور با اختصاص صمدیت و بے نیازی کا ظہور ہوا اور اس حقیقت سے میں نے بہت زیادہ لطف اٹھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

جاننا چاہئے کہ برسوں سے میری آرزو تھی کہ حضرت پیر دستگیرؒ اس بندے کو اپنی ضمنیت سے سرفراز فرمائیں، کیونکہ آپ کی ضمنیت بعینہٖ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت ہے اس لئے کہ حضرت پیر دستگیرؒ کو حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید قبلہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ضمنیت کی بشارت دی تھی اور حضرت میرزا صاحب قبلہؒ کو حضرت شیخ الشیوخ خواجہ محمد عابد سنّامی رضی اللہ عنہ سے ضمنیت حاصل ہوئی تھی اور انھوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت کبریٰ کا امتیاز حاصل کیا تھا حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت فیضدرجت میں بارہا میں نے عرض کیا اب جاکر ۱۲۳۰ھ کے ماہ صفر میں بندہ نے حضرتؒ کے روبرو اوّابین کے نوافل میں پورا قرآن مجید ختم کیا۔ ختمِ قرآن مجید کے بعد حضرتؒ نے بندہ سے ارشاد فرمایا کہ ہم سے جو چیز مانگنی ہو مانگو۔ بندے نے عرض کیا کہ حضرت کی ضمنیت کا امیدوار ہوں، اس پر آپؒ نے بڑی نوازش سے بندہ کو اپنے قریب بلا کر اپنے سینۂ مبارک سے لگایا اور دیر تک توجہ فرماتے رہے، اس وقت مجھ پر ایسے احوال وارد ہوئے کہ ان کا اظہار ناممکن ہے اور حضرت پیر دستگیرؒ کے انوار مبارک میں ایسا استغراق ہوا کہ میں نے

ممکن نیست ودر انوار مبارک آنحضرت استغراقے ہم رسید، دیدم کہ باطنِ من آئینہ وارے مقابل باطن مبارک آنحضرت ایشاں شدہ ہرچہ در باطن آنحضرت موجود ست بعینہٖ در باطن بندہ نمودار گردیدہ است، بر ہیچ کہ فرق در میان ہر دو باطن باقی نماندہ الا ماشاء اللہ سبحانہ قربان حضرت پیر دستگیر خود شوم کہ او تعالیٰ چہ کمالے وچہ قوتے حضرت ایشاں را عطا فرمودہ است کہ سگ گرگین را از یک توجہ بمرتبہ قرب می نوازند، ومرغک بے بال وپر را باز اشہب می سازند، رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَنَفَعَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ کَمَالَاتِہٖ وَجَعَلَنِی اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ فِی الدَّارَیْنِ مِنْ عَبِیْدِ خُدَّامِہٖ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

چوں دریں مقاماتِ مسطورہ بندہ را توجہ فرمودند، نقل اجازت نامہ تمام کہ وعدہ ترقیم آں نمودہ ام تبرکاً ایزادمی نمایم، در اجازت نامہ سابق بعضے عبارات زیادہ فرمودہ، بندہ را عنایت کردند۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ فقیر عبد اللہ معروف غلام علی عفی عنہ گذارش می نماید، کہ فضائل وکمالات مرتبت صاحبزادہ والا نسب حضرت حافظ محمد ابو سعید را اَسْعَدَہُ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ اشتیاقِ کسب نسبت باطنی آباء کرام خود رحمۃ اللہ علیہم پیدا شد، رجوع بہ فقیر آوردند، برعایت حقوق بزرگان ایشاں باایں ہمہ عدم لیاقت خود از اجابت مسئول چارہ ندیدم، وتوجہات بر لطائف ایشاں کردہ شد بعنایتِ الٰہی بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم در چندے لطائف ایشاں را جذباتِ الٰہیہ در رسید زیرا کہ معمول من ست کہ

دیکھا کہ میرا باطن آئینہ کی مانند حضور کے باطنِ مبارک کے محاذی و مقابل ہوا، اور جو کچھ بھی حضرت کے باطن میں موجود ہے بعینہٖ میرے باطن میں اس طرح نمودار ہوا کہ ہر دو باطن میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ مگر جو اللہ پاک نے چاہا۔ میں اپنے پیر دستگیرؒ کے قربان جاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا ہی کمال اور کیا ہی قوت بخشی ہے کہ وہ اس ناپاک کتے کو ایک ہی توجہ سے اقربیت کے مرتبے پر پہنچا دیتے ہیں اور بے بال و پر کی چڑیا کو سفید چمکدار باز بھی بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برکات عطا فرمائے اور ان کے کمالات سے نفع پہنچائے اور مجھ کو دارین میں ان کے خدمتگار غلاموں سے بنائے اور اس دعا پر آمین کہنے والے پر بھی رحم فرمائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

چونکہ حضرت نے ان تمام مقاماتِ مسطورہ میں اس عاجز بندہ پر توجہ فرمائی، اور بعد ازاں اجازت نامہ بھی عطا فرمایا، لہٰذا اب پورے اجازت نامہ کی حسب وعدہ تبرکاً نقل کرتا ہوں، سابق اجازت نامہ ہی میں میں کچھ اور عبارتیں اضافہ فرما کر اپنے غلام کو اجازت نامہ عنایت فرمایا، وہ یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: فقیر عبداللہ المشہور بہ غلام علی عفی عنہ گزارش کرتا ہے کہ فضائل و کمالاتِ مرتبت صاحبزادہ والا نسب حضرت حافظ محمد ابوسعید (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں سعادتمند کرے) کو اپنے آبائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی باطنی نسبت حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا، بناءً علیہ انھوں نے اس فقیر کی طرف رجوع فرمایا، فقیر نے باوجود اپنی اس تمام عدم لیاقت کے ان کے بزرگوں کے حقوق کی رعایت کر کے ان کے سوال کی اجابت سے کوئی چارہ نہ دیکھا اور ان کے لطائف پر توجہات کی گئیں، خدائے تعالیٰ کی

توجہات بر لطائف خمسہ مقامی کنم، و توجہ و حضور با کیفیات و بعضے اسرار ایشاں را دست داد، و آں توجہ استہلاکی یافت و رنگے از فنا در باطن ایشاں طاری شد و ظہور پرتوی از توحید حالی افعالِ عباد را از نظرِ ایشاں مستور گردانید، و منسوب بحضرت حق سبحانہ یافتند، پس توجہ بر لطیفۂ نفس کردہ شد بعروج و نزول در آنجا مستہلک آں حالات گشتند و انتساب صفات خود بحضرت حق سبحانہ یافتند، و آنا را شکستگی رسید، کہ اطلاق لفظ آنا بر خود متعذر دانستند و نوری از وحدتِ شہود بر باطنِ ایشاں تافت، ممکنات را مرایای وجود و توابع وجود حضرتِ حق سبحانہ شناختند، بعد ازاں توجہ و القائے انوار نسبت بر عناصرِ ایشاں کردہ میشود، و جذبے و توجہے عناصر را دریافتہ فالحمد للہ علیٰ ذالک، و آنچہ دریں جا نوشتہ ام باظہار و اقرارِ ایشاں نوشتہ شد و ایں ہمہ حالات و وارداتِ ایشاں من ہم دریافتہ ام، و اصحابِ من ہم شہادت آں ہمہ بعنایتِ الٰہی سبحانہ دربارہ ایشاں دادند فالحمد للہ علیٰ ذالک، و از کرم کریم کارساز سبحانہ بواسطہ مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم امیدوارم، کہ بشرط التزام صحبت ترقیات کثیرہ فرمایند، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

پس دریں صورت ایشاں را اجازت تلقین طریقہ نقشبندیہ احمدیہ دادہ شد، کہ تعلیم اذکار و مراقبات و القائے سکینہ در قلوب سالکان نمایند بعنایت الٰہی و فاتحہ بر ارواحِ طیبہ قادریہ و چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم بجہت حصول توسل ایشاں باں کبرائے عظام و افاضہ فیوضِ آں اکابر در باطنِ ایشاں نیز خواندہ شد تا دریں دو طریقہ علیہ ہر کہ از ایشاں توسل خواہد بیعت از ایشاں گیرند و شجرہ ایں حضرات با و عنایت نمایند، و تلقین و تربیت بطریقہ نقشبندیہ احمدیہ فرمایند اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔

مہربانی سے بطفیل پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے لطائف پر جذباتِ الٰہیہ نے فضل فرمایا۔ کیونکہ میرا معمول یہ ہے کہ لطائف پنجگانہ پر یکبارگی ہی توجہ کرتا ہوں، اور ان کو توجہ اور حضور اور کیفیات اور بعضے اسرار حاصل ہوئے اور اس توجہ کی وجہ سے ان میں ایک نوع کا استہلاک پیدا ہوا اور فنا کا رنگ ان کے باطن میں لاحق ہوا اور توحیدِ حالی کے پرتو کے ظہور نے بندوں کے افعال کو ان کی نظر سے پوشیدہ کردیا اور انھوں نے ان افعال کو حضرت حق سبحانہٗ کی جانب منسوب پایا، بعدازاں ان کے لطیفۂ نفس پر اس کے عروج و نزول میں توجہ کی گئی تو وہ اس مقام کے حالات میں وہاں مستہلک ہوگئے اور انھوں نے اپنی صفات کو حضرتِ حق سبحانہ کی طرف منسوب پایا اور ان کے انا کو اسقدر شکستگی حاصل ہوئی کہ انھوں نے اپنے اوپر لفظ انا کا بولنا دشوار جانا اور ان کے باطن پر وحدتِ شہود کا کچھ نور چمکا اور تمام ممکنات کو حضرت حق سبحانہٗ کے وجود و توابعِ وجود کا آئینہ شناخت کیا، بعدازاں ان کے عناصر پر توجہ اور نسبت کے انوار کا القا کیا جارہا ہے اور انھوں نے عناصر کے جذب اور ان کی توجہ کو بھی معلوم کرلیا ہے فالحمد للہ علی ذلک۔ اور اس جگہ میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے ان کے اظہار و اقرار سے لکھا ہے اور ان کے تمام حالات و واردات کو میں نے خود بھی معلوم کرلیا ہے اور میرے یاروں نے بھی ان کے بارے میں خدائے حق سبحانہ کی ان عنایات کی شہادت دی ہے فالحمد للہ علی ذلک، اور کریم کارساز سبحانہٗ کے کرم سے بطفیل مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم میں امیدوار ہوں کہ بشرط التزامِ صحبت ان کو بہت کچھ ترقیات ہونگی اور اللہ تعالیٰ پر یہ امر ہرگز ہرگز دشوار نہیں پس اس صورت میں ان کو طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم کی اجازت دیدی گئی کہ خدائے پاک کی عنایت و مہربانی سے اذکار و مراقبات کی تعلیم دیا کریں اور طالبوں کے دلوں میں سکینت و اطمینان بھی ڈالا کریں اور فاتحہ بہ نیت ایصالِ ثواب بارواحِ طیبہ مشائخ قادریہ و چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم بھی پڑھی گئی تاکہ ان کو ان کبرائے عظام کے ساتھ توسل حاصل ہو اور نیز ان کے باطن میں ان اکابر کے فیوض و برکات حاصل ہوں اور ان دونوں طریقۂ علیہ میں جو کوئی ان سے توسل چاہے یہ اس سے بیعت لیں اور ان حضرات کا شجرہ اس کو عنایت فرمائیں، اے خدا تو ان کو متقیوں اور پرہیزگاروں کا پیشوا بنا، آمین۔

پس وصیت می کنم، ایشاں را بدوامِ حفظ نسبت باطن وپرداخت حضور وتوجہ ویادداشت، در جمیع اوقات واوضاع ودر جمیع اعمال اتباع سنن حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم وتعمیر اوقات بنوافل وعبادات واداے صلوٰۃ بکمالِ تعدیلِ ارکان واذکار وتلاوت ودرود واستغفار وتفویض امور بحضرت کارساز سبحانہٗ اللھم کن لہ کفیلا فی الامور کلھا برحمتک یا ارحم الراحمین - الحمد للہ کہ بعد ازیں در مدتے بالتزامِ صحبت کار سلوک بآخر مقامات برسانیدند، و باجمیعِ درجات طریقہ احمدیہ مناسبت پیدا کردند، اللہ تعالیٰ در عرض وطول نسبتہائے احمدیہ ایشاں را رسوخے عطا فرماید، وازانوار واسرار وکمال وتکمیل ایں طریقہ بہرہ وافر عطا وکرامت فرماید وطالباں را از جمیع مقامات ایں طریقہ بتوجہاتِ ایشاں از نسبت قلبی ونسبت فوقانی بہرہ ور گرداند فالحمد للہ علی ذالک - مقصود از سلوک طریقہ تہذیب اخلاق ودوام توجہ بجناب الٰہی ست، تا انکسار ونیاز واخلاص نقد وقت باشد، ظاہر بتبع سنن حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم وباطن معرض از ماسوای متوجہ بجناب کبریائی سبحانہ گردد - مثنوی

قرب نے بالا وپستی رفتن ست قرب حق از قیدِ ہستی رستن ست

چیست معراج فلک این نیستی
عاشقان را مذہب ودین نیستی

واقعات را از تقدیر الٰہی یا از افعال الٰہی سبحانہ دیدہ، بتوکل ورضا وتسلیم باید پرداخت والحمد للہ اولاً وآخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ کذلک -

راقم گوید، بعد ترقیم ایں رسالہ در حضور حضرت پیر دستگیر بردم، بعد مطالعہ ایں عبارت ارقام فرمودند، آں عبارت را تبرکاً ایزادمی نمائم -

اب میں ان کو امورِ ذیل کی وصیت کرتا ہوں (۱) اپنی نسبتِ باطنی کو ہمیشہ محفوظ رکھنا (۲) حضور و توجہ میں مشغول رہنا (۳) جملہ اوقات و حالات میں یادداشت کو نہ چھوڑنا۔ (۴) تمام اعمال میں حضرت حبیب ربُّ العالمین کے سنن کی متابعت کرنا (۵) اپنے تمام اوقات کو نوافل و عبادت کے ساتھ گذارنا اور کمال تعدیل ارکان کے ساتھ ادائے نماز کرنا اور دوسرے اوراد و اذکار و تلاوت کلام مجید و درود و استغفار و تفویض امور بحضرت کردگار سبحانہ سے معمور رکھنا، اے خدا تو ان کے تمام امور میں ان کا کفیل بن جا۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

الحمد للہ کہ اس کے بعد انھوں نے کچھ مدت میں التزام صحبت کی وجہ سے سلوک کا کام آخر مقامات تک پہنچایا اور طریقۂ مجددیہ کے تمام مدارج سے مناسبت حاصل کی، اللہ تعالیٰ زمین کے طول و عرض میں ان کی مجددیہ نسبتوں کو رسوخ عطا فرمائے اور اس طریقہ کے انوار و اسرار و کمال و تکمیل سے کامل حصہ عنایت کرے اور اس طریقہ کے تمام مقامات سے ان کی توجہات کے باعث طالبوں کو نسبتِ قلبی اور نسبتِ فوقانی سے بہرہ مند کرے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

طریقہ کے سلوک سے مقصود اخلاق کی آراستگی اور جنابِ الٰہی میں ہمیشہ متوجہ رہنا ہے تاکہ شکستگی و نیازمندی اور اخلاص ہر وقت موجود رہے، اس کا ظاہر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا پابند اور باطن ماسوائے حق سے روگرداں اور جنابِ کبریائی سبحانہ کی طرف متوجہ رہے۔ مثنوی

زیر و بم میں بانسری کا قرب ہے — خود کے مٹنے میں خدا کا قرب ہے
اپنی ہستی کو مٹا دینا ہے معراجِ فنا — ہے اسی پر عاشقوں کے دین و مذہب کی بنا

واقعات و حوادث زمانہ کو تقدیرِ الٰہی یا اللہ تعالیٰ کے افعال سے خیال کرکے توکل اور رضا و تسلیم کے ماتحت رہنا چاہئے۔ والحمد للہ اولاً و اٰخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و اٰلہ و اصحابہ کذٰلک۔

راقم الحروف (مصنف رح) کہتا ہے کہ میں نے یہ رسالہ لکھکر حضرت پیر دستگیر رح کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے مطالعہ فرمانے کے بعد یہ عبارت تحریر فرمائی، تبرکاً نقل کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والمنۃ والصلوۃ والسلام علی نبیہ محمد وآلہ واصحابہ

کہ فقیر عبد اللہ عرف غلام علی عفی عنہ ایں رسالہ را مطالعہ نمودہ از آنچہ دریں رسالہ مذکور ست بسیار مسرور ومحظوظ گردید، وبرائے صاحب ایں رسالہ دعائے خیر کرد، ومی کند اللہ تعالیٰ بواسطۂ پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم ایشاں را وسیلہ شیوع طریقہ احمدیہ کثر اللہ سبحانہ اھلھا فرماید، وآنچہ دریں اوراق نوشتہ اند بمستفیدانِ ایشاں برساند، چنانچہ آبار کرام ایشاں را رحمۃ اللہ علیہم امام ومرشد ومروّجِ ایں طریقہ عالیہ فرمودہ است، ایشانرا نیز سراجِ ہدایت وشمس رشادت گرداند ودر عمر ایشاں برکت نمودہ معمر وصالح نماید وآنچہ تحریر کردہ اند، موافق علوم ومعارف حضرت مجدد ست، رضی اللہ عنہم۔ اللھم زد فزد۔

ذکر ایں بندہ ناچیز درایں رسالہ ضروری نیست آرے اظہارِ نعمت وشکر منعم لازم است وذکر واسطۂ آں ست۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَالْبَرَکَاتُ الزَّاکِیَاتُ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والمنہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد وآلہ واصحابہ کہ فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا، اس میں جو کچھ مذکور ہے اس سے بہت ہی مسرور و محظوظ ہوا، اور صاحبِ رسالہ کے حق میں دعائے خیر کی ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بطفیل پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم ان کو طریقۂ مجددیہ کے شیوع کا ذریعہ بنائے، اللہ سبحانہ اس طریقہ کے اہل کو ترقی و کثرت عنایت فرمائے، اور جو کچھ انھوں نے ان اوراق میں تحریر کیا ہے ان کے مستفیدین کو پہنچائے، اور جیسے ان کے آباء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو امام و مرشد اور اس طریقہ عالیہ کا مروج فرمایا ہے ان کو بھی ہدایت کا چراغ اور رشد کا آفتاب بنائے اور ان کی عمر میں برکت عطا کر کے دراز عمر اور صالح کرے۔ اور اس رسالہ میں جو کچھ انھوں نے درج کیا ہے وہ تمام حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم و معارف کے موافق اور مطابق ہے۔ اللھم زد فزد۔

اس ناچیز بندہ کا تذکرہ اس رسالہ میں ضروری نہ تھا، ہاں البتہ نعمت کا اظہار اور منعم کا شکر تو واجب و لازم ہے اور ذکر اس کا ذریعہ ہے: الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد والہ واصحابہ والبرکات۔ الزاکیات۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ رسالہ ہدایت الطالبین

(حضرت شاہ ابو سعید دہلوی قدس سرہ کے کسی معتقد نے ہدایۃ الطالبین کا دیباچہ اور خاتمہ لکھا تھا وہ بطورِ ضمیمہ یہاں درج کیا جاتا ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلَّامِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ خَیْرِ الْاَنَامِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ دُعَاةِ النَّاسِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَعَلٰی اَوْلِیَائِهٖ شَرَّفُوْا بِالْاَحْوَالِ وَالْمَقَامِ وَزَیَّنَ سَرَائِرَهُمْ بِنُوْرِ الْفِرَاسَةِ وَالْاِلْهَامِ۔ رشحاتِ اقلام عنبر فام و نتائج افکار دُرر نظام کہ غُررِ اصدافِ الفاظش بغوصِ غواصان ارقامِ افادت و افاضت از غور بحرِ دانش بساحل انتظام آمدہ واز قوتِ ادراکِ جذبات در وجدانِ صحیح وکشفِ صریح در عرصۂ بیان جلوہ نمودہ و ارتسام پذیرفتہ واز کتم سرادق الغیب در تبیانِ اظہار در عبارتِ اختصار بر اہلِ استحضار قیام دادہ و عرائسِ ابکارِ حقائق را در حدیقۂ صدورِ طلاب و حدقۂ قلوبِ اصحاب بسلطانِ وجدانِ یقین و سرائرِ ضمائرِ اہلِ تمکین و احباب حق الیقین عطا بخشیدہ بل بخواص و عوام و بر کافۂ انام مقنعۂ ستر و استتار از روئے آں برداشتہ در معرضِ ظہور آوردہ و منظرِ عالم و عالمیان گردانیدہ رغبت تمام امم و میل ارباب ہمم را دراں آرام دادہ: بیت

ایں نسخہ کہ قدر معنی از دے بفزود	چنداں بسوادِ آں معانی در بود
کز تابشِ نورِ معنی اندر دلِ شب	چوں مہر فلک ہزار خورشید نمود

اما بعد ایں رسالہ ایست مسمیٰ بہ "ہدایت الطالبین" از حضرت شیخ المسلمین، قدوۃ السالکین، زبدۃ الواصلین، قطب الاقطاب، غوث الشیخ والشاب، فریدِ زماں، وحیدِ دوراں، کاشفِ اسرار، مطلعِ انوار، قلزم جذبات، عمانِ حالات، بازِ بلند پرواز، عندلیبِ گلشنِ راز، عنقائے ملکِ ناسوت، سیمرغِ قافِ جبروت، مجموعۂ کمالات، سرچشمۂ کرامات، منبعِ صدق و صفا، ینبوعِ جود و عطا، کانِ وفا، جانِ سخا، صاحب الحلم والحیا، نہ طاقِ تداویر کوکبِ فضل و کمال

مشتاق تقاسیر العزو الاجلال - ابیات

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیاء واصلِ حضرت ندیم کبریا
مفخر ملت بہائی شرع و دین جانِ پاکش منبع صدق و یقین
از وجودِ او بنزدِ دوستاں جنت الماوٰی شدہ ہندوستاں
سعدِ دین و ملت آں مقبول حق نہ فلک بر خوانِ جودش یک طبق

قطعہ

نامِ پاکش بوسعید آں ہادیِ حق الیقین حامیِ دینِ محمد بانیِ شرعِ متین
والیِ ملکِ جہاں آں صفدرِ اندوہ و غم شانیِ امراضِ قلبی دافعِ رنج و الم
گوئے میدانِ ملاحت معدنِ صدق و صفا عرصۂ کانِ صباحت کاشفِ نور الہدیٰ

شیخی و امامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس دربیانِ سلوک و معارف، و بیانِ انوار و اسرار در سمط تحریر و در سلک تقریر مستغنی فرمائے ہر خاص و عام ست ایراد فرمودہ اند و طالبان را فیضیاب و عاشقان را کامیاب گردانیدہ اند جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء سہ

زہر یک نقطہ اش چوں سنبلِ تر شمیمِ وصلِ جاناں می زند سر
ولے آں کز برودت در زکام ست چہ داند نافہ اش گر در مشام ست

الحق رسالہ ایست دلکش و محبوبہ ایست مہوش، گنجینہ ایست مخفی و خزینہ ایست مختفی، دفینہ ایست مدفون و سرّیست مشحون، رمزیست ہویدا و غزالہ ایست پیدا، مطلبے ست اعلیٰ و مقصدیست اقصیٰ، غایتِ تحقیق و نہایت تدقیق، مکشوف صحیح و وجدانِ تنقیح، ذکریست عالی و فکریست متعالی، سلسلہ ایست والا مراتب و شجرہ ایست عالی مناقب، احمد وراثت صدیق منقبت، سلمان رفعت قاسم صفوت، جعفر خصلت، سلطان قربت، خرقانی منزلت، بوعلی حکمت، یوسف خلقت، غجدوانی خلعت، عارف نزہت، محمود سیئت، علی ہمت، بابا عزت، امیر حشمت، نقشبند طلعت، عطار رافت، یعقوب فطرت، احرار شفقت، زاہد شوکت، درویش خلوت، خواجگی کسوت، بیرنگ نسبت، مجدد طینت، معصوم سیرت، سیف صولت، نور جلوت، مظہر صورت، عبداللہ غیرت، سعید بہجت، مرحبا مستعانِ نیک فرجام را کہ چوں گوشِ ہوش شان بشعلۂ انوار

این معارف سینہ افروختہ گردد و کمرِ ہمت چست بستہ در کسب آں کوشند و ہرچہ ازیں نکات در درکِ شان در آید زبانِ حال بترانۂ رَبِّ زِدْنِي عِلْماً مترنم ساختہ راہ هَلْ مِنْ مَّزِيد پویند و ہرچہ ازیں دقائق در قوت قاصرۂ شان در نیاید راجع بقرائح ناقصۂ خود ہا داشتہ از حسد و تعصب دوری جویند چہ ایشاں در اظہار ایں اسرارِ غریبہ درمیان نیند، تا مامور نشدہ اند سطرے ازاں بر نہ نگاشتہ، و خوشا وقت آں طالبانِ صادق کہ بسمومیّت و صفاءِ ہمت خدمت صاحب ایں حالاتِ متفردہ را سرمایۂ سعادتِ عظمیٰ انگاشتہ مانترم صحبت مثمر خیرات و برکاتِ ایں عزیزاں شوند و بخلوص ارادت و صفاء طویت زلہ برداری و خاک روبی آستان فلک آشیاں ایں بزرگواراں را عزِ وصول و زینتِ قبول پنداشتہ درامرے از امور قولاً و فعلاً و عقلاً مخالفت ایشاں نورزند مترصد باشند کہ از دولتِ توجہات علیہ ایں طائفۂ عالیہ دریچۂ از بواطنِ شان کشودہ مجلائے آفتاب احدیت گردد و مترقب بوند کہ از شقِ غیب ماہتاب ہُویّت تافتہ صیقلِ زنگار دلہائے مغشوشہ نماید بل خضر وشی دستِ شاں فراگرفتہ بزلالِ وصال سیراب گرداند و عیسیٰ نفسی برایشاں دمیدہ بحیاتِ ابدی رساند وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ اِنَّهٗ مُجِيبٌ بِكُلِّ سَئِيْلٍ وَمُيَسِّرٌ لِكُلِّ عَسِيْرٍ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مثنوی

سعیدِ ازل آمدہ نامِ او	سعادت بود اولیں کامِ او
ز رحمت کہ بودہ خزائن ہزار	کلیدش بدو دادہ پروردگار
بہ ملکِ طریقت شہِ بے نظیر	بکوئے حقیقت فشیخ کبیر
چو جبریل در راہِ عرفاں دلیل	نبی را حبیب و خدا را خلیل
بہ محبوبیش برگزیدہ خدا	بقیومیش برستودہ قضا
زبہرِ غریباں پئے اعتبار	بود آیتِ رحمت از کردگار
امینِ زماں بردہ دارِ زمیں	بہ روئے زمیں آسمان بریں
بہ ہندوستاں گرچہ دارد مقام	بہ بالائے ہفتم فلک راندہ گام
گزشتہ بیک گام زیں نہ طبق	ز قدوسیاں بردہ گوئے سبق

به ملکِ امارت ولایت برو — به کوئے نبوت وراثت برو
مربع نشینِ مسدس سما — براہش جبیں سودہ ہفتم سما
چو مہرش بسے مرغِ زریں بدام — چو ماہش بہر سو ہزاراں غلام
نگیں گشتہ در حلقۂ اولیاء — چو در انبیاء خاتم الانبیاء
بکویش بود یک جہاں بل مزید
چو ذوالنون مصری و چوں بایزید

فرد:-
بسے پیراں بہ نزدش طفلِ راہند — چو من لب تشنۂ نیمے نگاہند

چوں امامِ جہاں مقبولِ یزداں، قبلۂ درویشاں، کعبۂ صفا کیشاں، تاج الاولیاء، شیخ العرفاء، گلِ بوستانِ احمدی و شگوفۂ چمنِ مجددی، نخلِ حدیقۂ معصومی و قیمِ طریقۂ نقشبندی، صاحبِ سرِ خفی و جلی، سلسلہ جنبانِ غوثیہ و مسند آرائے چشتیہ، سرِ حلقۂ کبرویہ، واسطۂ فیض سہروردیہ یعنی حضرت شیخی و امامی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس، خلع خلعتِ فنا و لبس جامۂ بقا نمودند و شیشۂ حیات را از شراب كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لبریز از دستِ ساقی شوق گرفتند و عندلیبِ روحِ مبارکش آہنگ گلشنِ لاہوت و خلاصی از قیدِ قفس ناسوت نمود و جانِ پاکش چوں باز از دستِ شاہ بہر شکار عصفوراں جستہ بود رجوع قہقری نمود بسوئے سلطان باز گشت۔ بیت

شاہبازِ دستِ شاہم جستہ بودم بہ شکار — باز می گردم بآں سلطانِ خوباں الوداع

بہ زبانِ الہام ترجمان فرمودند و جسمِ نازکش کہ آیتے بود از آیاتِ الٰہی بہر تربیتِ ناقصاں ہوائے خلوت خانۂ خاموشی و معتکف آستانۂ وصلِ عریانی گرفت و ندائے ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ در ضمیر خورشید نظرش در رسید و صدائے أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ بسمع مقدس آمد و نسیم فَاسْتَقِمْ وَلَا تَخَفْ در مشامِ جانش وزید و نفحہ طال شوق الابرار الی لقائی در طینتِ پاک سرشت و وجودِ مظہرِ انوار دمید و از قدحِ زلالِ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ہزار ذوق چشیدہ سیرِ عالم علوی نمود، و خورشیدِ جہاں تابش در تتقِ غیب الغیبی و سرادقاتِ لاریبی فرو نشست و ظلمتِ

لیلۃ الداج ظہور نمود و صبحِ وصال بشامِ ہجران مبدل گشت و عسکرِ اندوہ و غم چوں سپاہِ زنگیاں بملکِ روم تاختند و قماش و متاعِ دل را بیغما بردند اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تاریخ ولادتِ آنجناب را چنیں فرمودہ اند "حافظ و عالم و ولی بادا"۔ الحق چناں بودند۔ و تاریخِ وصالِ آنحضرت را صاحبزادۂ والامناقب خیر المراتب حافظ کلام باری مخدومی حضرت حافظ عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالی کہ فرزند دوم آں قدوۂ اہلِ کبار و متکار ابرار اند چنیں فرمودند بنور اللہ مضجعہ۔ و مولوی خلیل احمد کہ از اجلۂ فضلاء دہر و علماء عصر اند فرمودند ؎

امام و مرشدِ ما شاہ بو سعید سعید	بروزِ عید چو شد واصل جنابِ خدا
دلِ شکستہ و مغموم گفت تاریخش	ستونِ محکمِ دینِ نبی فتادہ ز پا

و دیگرے فرمودہ۔ سراج روشنِ مجددیہ گم شد۔

و دیگرے فرمودہ۔ داغ بر دل داد۔ واللہ اعلم الی سبیل الرشاد۔

در خاطر یکے از درویشاں چنیں قرار یافتہ کہ رسالۂ درباب سفر و حضر آں قبلۂ انام مشتمل بر فوائد ضروریہ محتوی بر احوال سنیہ و ملفوظاتِ قدسیۂ آنجناب و ذکر اولاد کرام و صاحبزادہ ہائے عالی مقام و ذکر خلفائے ذوی الاحترام اجمالاً و تفصیلاً ارقام نمودہ آید۔ اما از روئے بے اسبابی و احتیاجی عنانِ قلم ازاں گردانیدہ است۔ مقصود اینجا از تسویدِ رسالہ ہدایۃ الطالبین و مرقاۃ السالکین بود بہ نسخۂ مصحح و منقح کہ خالی از تغییر و تبدیل و مبرا از غلط فاحش بعبارتے کہ از زبان شکر فشان آنجناب و از خامۂ عنبر فشاں حضرت ایشاں قدس سرہٗ در عرصۂ بیان و مظاہرِ اعیان تبیین و مبیّن در مظہرِ اظہر جلوہ دادہ است انتساخ نماید و می خواست کہ در اول ایں رسالہ چندے از القاب آنجناب نوشتہ در نظرِ احباب و زیادتیِ رغبتِ طلاب گرداند، سخن بطول کشید و بملال انجامید۔

پوشیدہ نماند کہ حضرت قبلۂ عالم و مظہرِ فیضِ اتم را کہ زیارتِ حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تکریماً دامنگیرِ خیال شد و عزم مصمم گشت و اسبابِ سفر مہیا گردید خلف الصدق رشید حافظ قرآن مجید، سلالۂ خاندانِ کرام و نتیجۂ اولیائے عظام و نمونۂ کبرائے ذوی الاحترام

شریعت شعار، طریقت آثار، معارف دثار، حقیقت شمار، علامۃ العلماء المحققین، فہامۃ الفضلاء المدققین، نہ طاق تداور کواکب الفضل والکمال، مشاق تفاسیر العز والاجلال، سعد الدنیا والدین، الٰہی تا آفتاب جہاں تاب عالی جناب کامیاب قبلۂ شفقت و مہربانی بر فلک اطلس مرحمت و زندگی در نور افزائی است ہمیشہ در بساطِ عشرت و شادمانی با عروسِ مطلب و کامرانی ہم آغوش، و بادہ از جامِ شوق با ہزاراں ذوق در گلشنِ حیات ذاتِ والا درجات در نوش، و نہالِ قامت با ستقامت در شریعتِ غرا و طریقتِ بیضا، در چمنِ اقبالِ حقیقت، و در بوستانِ معرفت بہ آبِ مرحمت از جویبارِ مکرمت بارآور گردیدہ بکمال رتبۂ علوی رسیدہ و پیوستہ سجادۂ رشد و ہدایت و ہادیِ گمراہانِ وادیِ جہالت و ضلالت از وجودِ شریف مستفیض و صدورِ طلاب از توجہ و ہمتِ ایشاں مستفید باد۔ و ہمیشہ امداد و تائیدِ الٰہی از فیوضاتِ ناتناہی بر ظاہرِ اظہر و باطنِ انور، حافظ حدود و احکام شرع مجید مولانا مخدومنا جناب حضرت شاہ احمد سعید صاحب دام برکاتہ و افاض علینا افاضۃ کہ فرزند نخستین آنجناب اند در مسندِ ارشاد بہر افادۂ اہلِ رشاد قائم مقام خود گردانیدہ اختیارِ سفر مرقومۃ الصدر آنفا نمودند، مصنفِ جواہرِ علویہ حضرت شاہ رؤف احمد صاحب مجددی اند در احوال پیر و مرشدِ خویش اعنی حضرت عبد اللہ المعروف بہ شاہ غلام علی قدس سرہٗ نوشتہ اند، و مراد از حضرتِ ایشاں ہمیں حضرت موصوف اند، در جواہرِ علویہ آوردہ کہ برخوردار سعادت آثار مولوی احمد سعید بن شاہ ابو سعید سلمہما اللہ تعالیٰ بیعت و اجازت و خلافت از حضرتِ ایشاں دارند و از والد ماجدِ خود نیز حضرت ایشاں در احوالِ ایشاں نوشتہ اند کہ احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید بعلم و عمل و حفظِ قرآن مجید و احوالِ نسبتِ شریفہ قریب است بوالدِ ماجد خود۔ انتہیٰ کلامہ الشریف۔ از زبانِ الہام ترجمان حضرت قبلۂ خود شنیدہ ام کہ روزے باصحابِ صدق و صفا و احبابِ عرفا خود خطاب نمودہ فرمودہ اند کہ حضرتِ مامی فرمودند از منِ ناکس چہار کس بظہور آمدہ اند۔ ابو سعید، احمد سعید، رؤف احمد بشارت اللہ۔ انتہی۔ و ایضاً روزے در حلقۂ مجلس بعد نمازِ عصر بود۔ فقیر نزدِ آں امام ہمام و قبلۂ انام مکتوبات حضرت پیر دستگیر حضرت عبد اللہ شاہ معروف غلام علی

قدس سرہٗ قرأت می کردم۔ در ذکر غلام محی الدین قصوری، از زبانِ شکرفشاں گوہر نشان در میدانِ بیان شکرافشانی نمودہ فرمودند کہ حضرتِ ما قدس سرہٗ از روے طیب و خوشی میفرمودند کہ حضرت غوث الاعظم قطبِ عالم قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ را خلیفۂ پنجم نوشتہ اند، ما غلام محی الدین را خلیفۂ پنجم خود گردانیدیم۔ تم کلامہ الشریف۔

امروز قائم مقام حضرات نقشبندیہ و نائب مناب اکابرِ مجددیہ صاحب اندراج النہایۃ فی البدایۃ قطبِ دائرہ مدارِ خلائق کاشفِ اسرارِ اہلِ حقائق الفرد الکامل فی المحبۃ الذاتیہ الجامع بکمالاتِ الولایت المحمدیہ سند اہل الارشاد والہدایۃ ماحی ظلماتِ الہواء والبدعۃ سیدنا مولانا وملاذنا الشیخ الکمل والعارف الاکمل کہ عنقریب نامِ مبارک آں والیِ جہاں پیشوائے سالکاں ذکر یافت: بیت

دُرِ تفرید را بحرے و کانے ۔۔۔ تنِ تجرید را روحے و جانے

دمِ آئینہ سازو نور زائل ۔۔۔ دمِ او صیقل آئینۂ دل

روزے در حلقۂ صبح در مجلسِ شریف و محفل منیف مسند آرائے آبا و اجداد و زینت افزائے اہل و داد بحضورِ پُر نور مشرف شدہ سرِ تفکر در جیب نہادہ مراقب بودم ناگاہ غیبت در ربود۔ دراں غیبت مے بینم کہ عزیزے در پہلوے ایشاں بطرف راست نشستہ کتابے در دست دارد۔ ازاں عزیز استفسار نمودم کہ چہ کتابیست۔ فرمودند ایں کتابیست کہ اسامی اولیاے متقدمین و ناموہائے عزیزان متاخرین درینجا جمع نمودہ ام و ماموام و بایں باز سوال نمودم کہ نامِ مبارک ایں عزیزاں را نوشتہ۔ در جواب بعبارتِ مغلق ادا فرمودند غالباً چنیں مفہوم می گشت کہ نوشتہ ام و از برائے صحت آوردہ ام لفظِ صحت در یاد ایں فقیر ماندہ است۔ واللہ اعلم بالصواب وہو المفتح لکل باب۔ از جحود حاسد ابداع و از انکار منکر کاسد متاع چہ باک۔ ؎

در شبِ مہتاب مہ را بر سماک ۔۔۔ از سگان دُعوعُو ایشاں چہ باک

فیوضاتِ ایں بزرگواراں بر ہر فردِ از افراد عالم ریزان، وصفاے قلوب ایں عزیزاں چوں خورشید جہاں تاب بہر ذراتِ اہلِ عالم تاباں و درخشاں، و عوام ظاہر بیں و جہال بے دین

اکابرِ دین را در رنگِ خود دیدہ و احوالِ ایشاں را قیاس از حالِ پریشانِ خود تصور نمودہ بردّ و قدح در حق آں برگزیدگان بے باکانہ می آیند۔ مثنوی

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

لاجرم خفاش صفت از پرتوے آفتاب گریزاں و در سوراخِ طینتِ ظلمت سیرت پنہاں گشتہ در گرداب جہالت و ضلالت درماندہ اند۔ بیت

از پرتوِ آفتابِ خاور　　بے بہرہ بماند مرغ شپّر

خداوندا ظلِ عاطفت و سایۂ شفقت و مرحمتِ آں جناب از مفارق طالبان دور مباد و رشتۂ ایں سلسلۂ عالیہ و سحاب فیوضات اکابر ایں طریقہ انیقہ از کف اولادِ پاک زادآں ذاتِ بابرکات کم مباد، و گسستہ مگرداناد، جذام ناظرانِ ایں کلماتِ غیبیہ و اسرارِ خفیہ و مکاشفاتِ عجیبہ و معارف غریبہ را کہ چوں چشم شاں مکحّل بکحلِ ایں جواہرِ عالیہ گردد و خانۂ قلبِ ایشاں بنور شمعِ ایں تجلیاتِ ذاتیہ منور شود و چشمِ روحِ شاں بسرمۂ جذبات و حالات بینا شود و خزینۂ سرّ ایشاں بکلید وارداتِ الٰہی مفتوح گردد و دفینۂ خفیِ ایشاں در مظاہر اظہر عیاں شود و گنجینۂ اخفٰی بالطافتِ لطفِ ناتناہی بشرف حضور و آگاہی مملو از شواہدِ انوار گردد و صدقنا گویاں ربقۂ تقلید و ارادت رابطۂ ترک و تجرید جویند۔ و خود را در زمرۂ اصحاب و احباب شمردہ پا از سر ساختہ بصحبتِ اولاد گرامی آنجناب رسانند و بایں خلفائے عالی جناب حضرتِ ما قدس سرہٗ العزیز بشتابند۔ واندامّا بر قاریانِ کج بیں و سامعانِ سخن چیں کہ نظرِ شاں برایں صحیفۂ راز و دیباچۂ نیاز افتد عرق حقد و غبطہ در حرکت آوردہ زبان بطعن و تشنیع گویا سازند بخسرانِ ابدی در ورطۂ گمرہی خود را انداختہ باشد۔ شیخ الاسلام ہروی خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ می فرمایند۔ الٰہی ہر کرا براندازی با باش در اندازی۔ صدق حال ایں تحریر است۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

خاتمہ

رسالہ مبارکہ ہدایت الطالبین

تمام شد رسالہ ہدایت الطالبین من تصنیف شیخنا وامامنا وقبلتنا ووسیلتنا فی الدارین۔ الشیخ الشیوخ شمس العارفین قدوۃ الواصلین المرشد الکامل الذی کان اسمہٗ مطابقاً للمسمّٰی چنانکہ اسم مبارکش بطریق تعمیہ ازیں بیت ہویدا می گردد۔ معما ؎

قدرت رابوے معطر چو دید　　کلاہِ سعادت بپوشید عید

فرید زماں وحید دوراں قطب الاقطاب غوث الشیخ والشاب قیوم طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ معصومیہ محی سننِ نبویہ خلیفۂ خدا مروّج شریعۃ المصطفےٰ نائب حضرت خیر البشر مجدد مائۃ الثالثۃ والعشر۔ مثنوی

شرحِ او حیف است با اہلِ جہاں　　ہمچو رازِ عشق باشد در نہاں

وافاض اللہ علینا من برکات فیوضہ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَطَلِّعِیْنَ عَلَی الْاَسْرَارِ الْمُنْدَرِجَۃِ فِیْھَا اٰمین۔

مسکۃ الختام لہدایۃ الانام از خطبۂ دفتر ثالث من مکاتیب المحبوب الصمدانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حبذا وقت وحال آں ناظران سلیم البال کہ چوں سوادِ نظر بریں مداد کہ سوادِ اعظم اسرار وحکم است بکشایند باعلام ربانی ازاں مداد ہمہ امدادِ حضور یابند وازاں سواد سویدائے دل راپر نور کنند۔ وخوشا آب وتاب آں قاریاں مستقیم الاحوال کہ چوں لسانِ شان آشنائے ایں شکر قلزم گردید۔ وبالہام سبحانی جان شان در شکر سکر گم گردد ومرحبا محبانِ پاک نہاد ومستعدان نیک اعتقاد راکہ چوں از غایت

دقتِ غموضِ جمالِ ایں نکات و رموز کہ ورائے طورِ عقل است بر ایشاں پردہ نکشاید بر عدم یافتِ خود و قصور دریافتِ خویش راجع داشتہ راہِ تصدیق پویاں باشند کسے راز ایشاں جز ایشاں ندانند صرف نا گویاں ہمہ را مسلّم دارند۔ و نقدِ ثمرات سعادتِ ابدی را بدست آرند ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ۔ و احسرتا از آں خوانندگانِ کج بیں و شنوندگانِ سخن چیں کہ آنچہ ازیں ملہماتِ غیبیہ بفہم شاں در آید و موافقِ طبعِ شاں آید بر مہارتِ قال و تحتِ خیال ایں مقال راجع دارند۔ و آنچہ ازیں بیان چنیں و چناں نیابند از کوتاہی نظر زبان خویش را دراز کنند و بحکم اَلْمَرْءُ لَا يَزَالُ عَدُوٌّ لِمَا جَهِلَ چنگِ جنگ ساز کنند۔ ندانستہ اند کہ ایں طائفۂ علیہ در اظہارِ ایں اسرار خفیہ در میان نیستند۔ ع

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان ز مطرب است

اللہ سبحانہٗ اخوانِ ما را بسرائرِ غیبِ خویش و اسرارِ غیبِ پاک دلانِ صفا کیش بینا گرداناد، و از قیدِ کید و غل و غش مخلصانِ عالم السر کہ بر پائے دل و گردن خاطر دارند مخلصی بخشاد، و امثالِ ما مہجوراں را ایمانے بایں معانی دہاد۔ و شربے ازیں مشرب روزی کناد بالنبی و آلہ الامجاد علیہ و علیہم الصلوٰۃ والبرکاۃ الیٰ یوم التناد۔

تمہید در فوائدِ ضروریہ و در آدابِ مرعیۂ آناں و در اخلاقِ حمیدہ و افعالِ پسندیدہ ایشاں از کتبِ متقدمین در سیرِ سالکین و کلام کبرائے کرام و نقل از اولیائے عظام و منتخب از سخنانِ صوفیہ علیہ و انتساخ از مکتوبات قدسی آیات مجددیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی ادّبنا بالآداب النبویۃ و ھذّبنا بالاخلاق المصطفویۃ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔ بدانکہ سالکان ایں راہ از دو حال خالی نیستند۔ مرید اند یا مراد۔ اگر مراد اند طوبیٰ لہم براہِ انجذاب و محبتِ ایشاں را کشاں کشاں خواہند برد و بمطلب اعلیٰ خواہند رسانید۔ و ہر آدابیکہ در کار شود بتوسط یا بے توسط تعلیم شاں خواہند کرد و اگر زلتے واقع شود زود تنبیہ خواہند فرمود

وباں مواخذہ نہ خواہند کرد۔ واگر بہ پیر احتیاجے داشتہ باشد بے سعیِ ایشاں باین دولت
دلالت خواہند فرمود۔ بالجملہ عنایتِ ازلی جل سلطانہ متکفل حال ایں بزرگواراں است
بسبب وبے سبب کارِ ایشاں راکفایت خواہند کرد۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ واگر
مریداند کارِ ایشاں بے توسطِ پیرِ کامل مکمل دشوار است۔ پیرے باید کہ بدولتِ جذبہ وسلوک
مشرف شدہ باشد وبہ سعادتِ فنا وبقا مستسعد گشتہ وسیر الی اللہ وسیر فی اللہ وسیر عن
اللہ باللہ وسیر فی الاشیاء باللہ بانصرام رسانیدہ۔ واگر جذبۂ او بر سلوک مقدم است و
بتربیتِ مراداں مربی شدہ کبریتِ احمر است، کلام او دوا است ونظرِ او شفا۔ احیائے
دلہا مردہ بتوجہ شریف او منوط است وتازگیِ جانہائے فسردہ بالتفاتِ لطیف او مربوط۔
واگر ایں طور صاحبِ دولت پیدا نہ شود سالک مجذوب ہم مغتنم است وتربیتِ ناقصاں
از و نیز می آید وبتوسطِ او بدولت فنا وبقا می رسند؎

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود

واگر بعنایتِ خداوند جل سلطانہ وتعالیٰ شانہ طالبے را بایں طور پیرِ کامل ومکمل دلالت
فرمودند باید کہ وجود شریف او را مغتنم داند وخود را بہ تمام بہ او بسپارد وسعادتِ خود را
در مرضیاتِ او داند وشقاوتِ خود را در خلاف مرضیاتِ او شناسد بالجملہ ہوائے خود را
تابع رضائے او سازد۔ ودر خبر نبویست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ۔ بداند کہ رعایات
آدابِ صحبت ومراعاتِ شرائط از ضروریاتِ ایں راہ است تا راہِ افادہ واستفادہ مفتوح
گردد۔ وَبِدُوْنِہَا لَا نَتِیْجَۃَ لِلصُّحْبَۃِ وَلَا ثَمَرَۃَ لِلْمَجْلِسِ۔ بعضے از آداب و
شرائطِ ضروریہ بیان آوردہ می شود بگوش ہوش باید شنید۔ بدانکہ طالب را باید کہ روئے دلِ
خود را از جمیع جہات گردانیدہ متوجہ بہ پیر خود سازد وبا وجود پیر بے اذنِ او بنوافل واذکار
نہ پردازد ودر حضورِ او بغیرِ او التفات نہ نماید بکلیتِ خود متوجہ او بنشیند حتی کہ بذکر ہم مشغول

نہ شود مگر آنکہ او امر کند و غیر از نماز فرض و سنت در حضور او ادا نہ کند، نقل کردہ اند از سلطان۔ این وقت کہ وزیرش پیش او ایستادہ بود۔ اتفاقاً درین اثنا آن وزیر التفاتے بجانب جامۂ خود کردہ بند آنرا بدستِ خود درست می ساخت درین حالے نظرِ سلطان بر آن وزیر افتاد دید کہ بغیر او متوجہ است بزبانِ عتاب گفت کہ این را ہضم نمی توانم کرد کہ تو وزیر من باشی و در حضورِ من بہ بندِ جامہ التفات نمائی۔ باید اندیشید کہ ہرگاہ وسائلِ دنیائے دنیہ را آدابِ دقیقہ درکار است وسائلِ وصول الی اللہ را بروجہ اتم و اکمل رعایت این آداب لازم خواہد بود۔ مہما امکن در جائے نہ ایستد کہ سایۂ او بر جامۂ او یا بر سایۂ او افتد و بر مصلائے او پا نہ نہد و در متوضائے او وضو نہ کند۔ و ظروفِ خاصۂ او استعمال نہ کند و در حضور او آب نہ خورد و طعام تناول نہ نماید و بہ کسے سخن نہ کند بلکہ متوجہ احدے نہ گردد و در غیبتِ پیر در جائے کہ او ست پائے بہ آن جانب دراز نہ کند و بزاق دہن بہ آن جانب نیندازد و ہر چہ از پیر صادر شود آن را صواب داند اگرچہ بظاہر صواب نہ نماید، او ہر چہ می کند از الہام می کند و بہ اذن کار می کند بر این تقدیر اعتراض را گنجائش نباشد۔ اگرچہ در بعضے صور در الہامش خطا راہ یابد چہ خطائے الہامی در رنگِ خطائے اجتہادی است ملامتِ اعتراض بران تجویز نیست۔ و ایضاً چون او را محبتے بہ پیر پیدا شدہ است و در نظرِ محب ہر چہ از محبوب صادر می شود محبوب می نماید۔ پس اعتراض را مجال نباشد، و در امور کلی و جزئی اقتدا بہ پیر کند، چہ در خوردن و نوشیدن و چہ در خفتن و طاعت کردن، نماز را بطرزِ او ادا باید کرد و فقہ را از عملِ او اخذ باید نمود ؎

آنرا کہ در سرائے نگار یست فارغ است   از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

و ہیچ اعتراض را در حرکات و سکنات او مجال نہ دہد اگرچہ آن اعتراض مقدار حبۂ خردلہ باشد، زیرا کہ در اعتراض غیر از حرمان نتیجہ نیست و بے سعادت ترین جمیع خلائق عیب بینِ این طائفۂ علیہ است۔ مرید را خود نعوذ باللہ چہ گنجائے شائبہ اعتراض نجانا اللہ

سُبْحَانَہٗ عَنْ هٰذَا الْبَلَاءِ الْعَظِيْمِ۔ وطلب خوارق وکرامات از پیر خود نہ کند۔ اگرچہ آں طلب بطریقِ خواطر و وساوس باشد۔ ہیچ شنیدۂ کہ مومنے از پیغمبرے معجزہ طلب کردہ باشد معجزہ طلبانِ کفار اند و اہلِ انکار۔ ؎

معجزات از بہر قہرِ دشمن است ۔۔۔ بوے جنسیت پئے دل بردن است

موجبِ ایماں نباشد معجزات ۔۔۔ بوے جنسیت کند جذبِ صفات

اگر شبہہ پیدا شود در خاطر آں را بے توقف عرض نماید۔ اگر حل نہ شود تقصیر بر خود نہد، و ہیچ منقصت را بجانب پیر عائد نہ سازد و واقعہ کہ روئے دہد از پیر پنہاں نہ دارد و تعبیر وقائع ازو طلب کند و تعبیر یکہ بر طالب منکشف شود نیز عرض نماید، وصواب خطا را ازو جوید و بر کشفِ خود زنہار اعتماد نہ نہد کہ حق با باطل دریں دار ممتزج است وصواب با خطا مختلط۔ و بے ضرورت و بے اذنِ او ازو جدا نشود کہ غیر او را بروے گزیدن منافی ارادت است، و آوازِ خود را بر آوازِ او بلند نہ کند۔ سخن بلند با او نہ گوید کہ سوءِ ادب است۔ ہر فیضے و فتوحے کہ برسد آں را بتوسطِ پیر تصور نماید۔ و اگر در واقع بیند کہ فیض از مشائخ دیگر رسیدہ است آں را نیز از پیر داند و بداند کہ چوں پیر جامع کمالات و فیوض است فیض خاص از پیر مناسب استعدادِ خاص مرید بلایم کمالِ شیخے از شیوخ کہ صورتِ افاضہ ازوے ظاہر شدہ است۔ بہ مرید رسیدہ است، و لطیفۂ از لطائفِ پیر کہ مناسبت بہ آں فیض دارد بصورتِ آں شیخ ظاہر شدہ ست۔ بواسطہ ابتلا مرید آں لطیفہ را شیخ دیگر خیال کردہ ست و فیض را ازاں دانستہ۔ و ایں مغلطۂ عظیم است۔ حق سبحانہٗ از زلتِ قدم نگاہ دارد و بر اعتقاد و محبتِ پیر مستقیم دارد۔ بحرمتِ سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ بالجملہ اَلطَّرِيْقُ كُلُّهٗ اَدَبٌ مثل مشہور است، و ہیچ بے ادب بخدا نہ رسد۔ و اگر مرید در رعایت بعضے از آداب خود را مقصر بداند و در ادائے آں کما ینبغی نہ رسد و اگر بسعی ہم نتواند از عہدۂ آں برآید معفو است امّا از اعتراف بتقصیر ناچار است۔ و اگر عیاذاً باللہ در غایتِ رعایتِ آداب

نہ کند و خود را مقصر ہم نہ داند از برکاتِ ایں بزرگاں محروم است ؎

ہر کہ او روے بہ بہبودے نداشت   دیدنِ روئے نبی سودے نداشت

آرے مریدے کہ ببرکتِ توجہ پیر بہ مرتبۂ فنا و بقا برسد و راہِ الہام و طریقِ فراست بروے ظاہر شود و پیر آں را مسلّم دارد و بکمال و اکمال او گواہی دہد۔ آں مرید را می رسد کہ در بعضے امور الہامی بہ پیر خلاف کند و بمقتضائے الہامِ خود عمل کند، اگرچہ نزدِ پیر خلافِ آں متحقق بود، بہ شرط رعایتِ عظمت و آدابِ پیر چہ آں مرید دریں وقت از ربقۂ تقلید برآمدہ است۔ و تقلید در حق وے خطا است نمی بینی کہ اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در امورِ اجتہادیہ و در احکامِ غیر منزّل بہ آں سرور خلاف کردہ اند۔ و در بعضے اوقات صواب بجانبِ اصحاب ظاہر شدہ است کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِ الْعِلْمِ۔ پس معلوم شد کہ خلاف با پیر مرید را بعد از رسیدن بمرتبۂ کمال و اکمال مجوز است و از سوے ادب مبرا است بلکہ اینجا ہمیں ادب است و اگرنہ اصحابِ پیغمبر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ بکمالِ ادب مؤدب بودہ اند غیر از تقلید امر دیگر نمی کردہ اند۔ ابو یوسف را رضی اللہ عنہ بعد از رسیدن بمرتبۂ اجتہاد تقلیدِ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خطا است و صواب در متابعت رائے خود است نہ رائے ابو حنیفہؒ۔ قول مشہور است از امام ابو یوسف کہ نازعت اباحنیفۃ فی مسئلۃ خلق القراٰن ستۃ اشھر، و شنیدہ باشی کہ تکمیل صناعت بتلاحقِ افکار است۔ اگر بریک فکر ماندے زیادتی پیدا نہ کردے۔ نحوے کہ در زمانِ سیبویہ بودہ امروز با اختلافِ آراء و تلاحق انظار دہ صد زیادتی و کمال پیدا کردہ است۔ اما چوں بنا را او نہادہ فضل او را است۔ الفضل للمتقدمین۔ لیکن کمال ایں ہا را مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولھم خیر ام اٰخرھم حدیث نبوی است علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام تذنیب لرفع شبھۃ لبعض المریدین۔

بدانکہ گفتہ اند الشیخ یحیی و یمیت۔ احیا و اماتت از لوازم مقام شیخی است، و مراد از احیاء احیاے روحی است نہ جسمی، وہمچنیں مراد از اماتت اماتتِ روحی است نہ جسمی۔ مراد از حیات و موت فنا و بقا است کہ بمقام ولایت و کمال می رساند و شیخ مقتدا باذن اللہ متکفل ایں دو امر ست۔ پس شیخی را ازیں احیا، و اماتت چارہ نہ باشد و معنی یحیی و یمیت، یُبقی و یُفنی است۔ احیا و اماتتِ جسمی را بمنصبِ شیخی کارے نیست و شیخ مقتدا حکم کاہ رُبا دارد۔ ہر کس را کہ بہ او مناسب است در رنگِ خس و خاشاک در عقب او می دود و نصیب خود را از وے استیفا می نماید، خوارق و کرامات از برائے جذبِ مریداں نیست، مریداں بہ مناسبتِ معنویہ منجذب می گردند و آنکہ با ایں بزرگواراں مناسبت نہ دارد از دولتِ کمالات ایشاں محروم است اگرچہ ہزار معجزہ و خوارق و کرامات بیند۔ ابو جہل و ابو لہب را شاہد ایں معنی باید گرفت قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ فِی حَقِّ الْکُفَّارِ۔ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِہَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِنْ ہٰذَآ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ○ والسلام انتہیٰ من المکتوب الشریف الشریف قدسی الآیات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مکتوبات جلد اول مکتوب دو بست و نود و دوم۔ پوشیدہ نماند کہ عزیزے دریں باب فرمودہ ؎

آنکہ از حق یابد او الہام خواب ہرچہ فرماید بود عینِ صواب

زیرا کہ او عالم شریعت و حقیقت و معرفت است و نیز پیرِ کامل بمنزلہ طبیب است بلکہ دا ناتر است از و در امراضِ باطنہ و عوارضِ قلبیہ کہ اشد امراض است و نظائر ایں در شرع بسیار است۔ زیرا کہ طبیب را ہست کہ اعضا را برائے سلامتی تن و خلاص جان بہ بُرد و گاہ باشد کہ طبیب بہ زہر علاج کند، ہم بریں معنی است کہ در کتابِ شوق افزاد ذوق انگیز نقل می آرد کہ حاصل ایں است۔ ذوالنون مصری را مریدے بود چہل سال

بعبادت پرداخت ہیچ از عالمِ غیب مکشوف او نہ شد این ماجرا بہ شیخ خود معروض نمود و گفت اے طبیبِ غمناک و معالجِ دانا این بے چارگی ما را تدبیر کن۔ ذوالنون فرمود برو امشب سیر بخور و نمازِ خفتن مخواں۔ الغرض ہمچناں کہ شیخ گفتہ بود کرد۔ ہم دراں شب کار بہ سرانجام رسید۔ پس روے بگردانیدن از پیرِ کامل سدِ راہ است۔ ازیں جا است کہ شیخ غزالی در کتاب میزان گفتہ است۔ اگر کسے را شیخ او بگوید کہ زنِ خود را طلاق بدہ و یا حق خود را از مال یا وظائف ساقط کن۔ اگر توقف کند ہرگز بوے معرفت بہ دماغش نہ رسد، اگرچہ ہزار سال عبادت کند۔ در تفسیرِ حسینی دلیل آوردہ است آیۃ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ را وگفتہ نزد عرفاء اولوالامر منکم مشائخ اند و پیرانِ طریقہ کہ بہ تربیتِ اہلِ سلوک اشغال می نمایند و سالک را فرمانبرداری ایشاں لازم است ہر کہ خواہد بسر منزلِ مقصود رسد۔ بایدش پیروی راہ نمایان کردن۔ در مکتوب شیخ احمد بن یحییٰ منیری فرمودہ کہ مرید پیر پرست باید کہ تا خدا پرست تواند بود۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ اشارت ہمیں است ونشانِ پیر پرستی آں بود کہ دین خود را تواند باخت۔ و دین باختن دانی چہ بود۔ اگر پیر خلافِ دین او را کارے فرماید نگوید کہ این خلاف دین است۔ ازیں جا است کہ درگز از بدو نیک جہاں وارستہ است ؎

پیر می باید کہ داند علمِ دین	تا بود رہ دان و رہ بیں از یقین
باشدش از ہر مقامے صد نشاں	نہ شنیدہ بلکہ از عین العیاں
پیر آں باشد کہ بینا شد بدوست	جملۂ عالم طفیلِ دیدِ اوست
از دو عالم یار او بیند عیاں	خود نہ بیند غیر او فاش و نہاں
پیر آں باشد کہ از عین العیاں	ہر چہ بیند حق در و بیند عیاں
ایں چنیں رہبر چو بینی زینہار	دامنش را گیر دست از وے مدار

ہر چہ او گوید بصدقِ دل شنو　　خاکِ او شو و رہِ غولاں مرو

ولہٗ ایضاً در بیانِ جماعتے کہ خود را مرشدِ کامل و رہنما می گویند و فی الحقیقت رہزنانِ راہ حق اند ؎

رہزناں چوں رہنما پنداشتی　　احمد و بوجہل چوں ہم داشتی
اشقیا از اتقیا نشناختی　　دین و دنیا را ازاں درباختی
کردۂ اعمیٰ ترا از خود پیرِ راہ　　لاجرم ہرگز نہ دانی رہ ز چاہ
غول را کردی تصور رہنما　　تا کہ گشتی منکرِ اہلِ خدا
ساختی دجال را ہمدیٔ ومیر　　خرزِ عیسیٰ وا ندانی اے فقیر
خود نہ پیر است او کہ شیطانِ رہ است　　از طریقِ رہرواں کے آگہ است
از کمالِ اہلِ معنی رہ نبرد　　بخش او از جامِ صورت بود دُرد
آنکہ ہرگز رہ نہ داند اے رفیق　　رہنمائی چوں کند اندر طریق
اہلِ بدعت شیخِ سنت کے بود　　رہ ندیدہ چوں ترا رہبر شود
آنکہ بازد عشق با روے بتاں　　رہنما نبود بود از رہزناں
آنکہ باشد دائماً صورت پرست　　اہلِ معنی نیست صاحبِ شہوت است
آنکہ میلش سوے رقص است و سماع　　وجد و حالاتش نباشد جز خداع
لافِ فقر اندر جہاں انداختہ　　رہبر و رہزن ز ہم نشناختہ
صد فسون و مکر دارد در دروں　　مخلصے صادق نماید از بروں
رہزنے چوں نامِ خود رہ بیں کند　　عامیاں را در ہلاکت افگند
گویدا او کہ من قلاوزِ رہم　　وز منازلہاے ایں رہ آگہم
ہر کہ باور کرد آں مکر و دروغ　　ماند از نورِ ولایت بے فروغ
گم شد و ہرگز بہ منزل رہ نبرد　　در بیابانِ ہلاکت زار مُرد

کردۂ نفس وہوا را پیشوا ۔ لاجرم بوے نیابی از خدا
نورِ عرفاں دردل وجانت نتافت ۔ تو ہمی گوئی چومن عارف کہ یافت
نیستت ازعارفاں شرم وحیا ۔ دعوے عرفان وتلبیس وریا
واے آں طالب کہ دردامت فتاد ۔ ہرچہ بودش نقدِ خود برباد داد

صورت انجام وطراز اختتام بہ نام آں امام ہمام قطب الخواص والعوام ہادیٔ انام صاحب الاحوال والمقام زبدۂ اولیاے عظام قدوۂ اصفیاے کرام دافع رنجور وآلام قامع البدعۃ والظلام وافاض فیوض برکاتہٗ الی یوم القیام از کتاب جواہرِ علویہ نوشتہ می شود کہ نامِ مبارک آنجناب از انجام برہن وہویدا می گردد وآں السعید من سعد فی بطنِ اُمہٖ می باشد وانتخاب مثنوی نمودہ برصحیفۂ نگارش بزبانِ متشوق اللسان قلم کہ در ذکر مدحش ودروصف نعتش پا از سر ساختہ درمعرضِ بیان جلوہ نمودہ می آید ؎

شاہِ ملکِ دین واقلیمِ یقین ۔ عارفِ اسرارِ رب العالمین
آنکہ مفتاحِ علوم انبیا است ۔ پیشواے جملہ اربابِ صفا است
قطب جہاں غوثِ زمین وزماں ۔ ناظمِ نہٗ دائرہ آسماں
کاشفِ اسرار خداے رحیم ۔ واقفِ اسرار رسولِ کریم
بحرِ سخا کانِ عطاء وکرم ۔ قاطعِ غم دافع رنج والم
مشعلے بر تختِ صفا درصفا ۔ نوردہِ انجمنِ اولیاء
زبدۂ اربابِ طریقت اساس ۔ قدوۂ اصحابِ حقیقت شناس
واسطۂ فیض بہ ہر خاص وعام ۔ درزمنِ خویش بجملہ انام
موردِ اسرارِ علوم وحِکَم ۔ منشاءِ آثار حدوث وقدم
آنکہ رسیدند براہِ یقین ۔ از نگہش بتدرع ضالین
آنکہ برد فخر نماید سپہر ۔ آنکہ سجود است وجودش چو مہر

هادی و شاه بوسعید ولی | واقفِ اسرارِ خفی و جلی

وایضاً فی مناقبہ قدس سرہٗ:-

ختم شد بر ذاتِ او فضل و کمال | در کمالش کے رسد وہم و خیال
ہمتِ او را برزخِ جامع مقام | قصرِ معنی از وجودش شد تمام
قطبِ اقطاب جہاں خیر الوریٰ | مہدی دوراں و فخرِ اولیا
المحمدؐ سیرت و حیدرؓ خصال | ہمتش را ہر دو عالم پائمال
مہبطِ افیاض بے غایت دلش | مجمع البحرین شد آب و گلش
غوثِ اعظم دین و ملت را پناہ | فقرِ ذاتش مر کمالش را گواہ
مرشدِ کامل رئیسِ اتقیا | مظہرِ جامع امام الاصفیا
مصدرِ انوار و اسرارِ اللہ | گشت بر تختِ ولایت پادشاہ
آں مدارِ ہفت چرخِ بے ستون | مرکزِ ایں نہ وراقِ نیلگوں
مہتدی و مہدی الخلق است او | ہادی الناس الی الحق است او
منحصر شد رہبری در ذاتِ او | ہست منشورِ جہاں آیاتِ او
آنکہ بر اقلیمِ تمکیں حاکم است | در طریقِ استقامت قائم است
در شریعت در طریقت پیشوا | در حقیقت رہرواں را رہنما
بود ذاتش جامعِ انوار ہا | کرد دورش فخر بر ادوار ہا
منبعِ آداب و اخلاقِ حسن | مجمعِ اوصافِ ربِ ذوالمنن
وارثِ علم و کمالِ انبیا | پیشوائے اولیا کہف الوریٰ
ہر چہ در عالم کمالش تام بود | جملہ در دستِ شریفِ او نمود
سالکانش ہر یکے اعجوبۂ | بر بساطِ رہبری منصوبۂ
دُرِّ دریائے ولایت ہر یکے | مہر بر چرخِ ہدایت ہر یکے

هست هر یک شهسوار ملکِ دیں · هر یکے والیؔ اقلیمِ یقیں
گشت هر یک عارفِ اسرارِ حق · جانِ هر یک غرقۂ انوارِ حق
پیشوائے رهروانِ راهِ دیں · محرمانِ قربِ ربّ العالمیں
هر یکے در دَورِ خود گشته جنید · چوں اسیرے دیدِ آزادی زقید
کم مبادا از سرِ اهلِ جهاں · سایۂ فرخندۂ ایں کاملاں
روے خود مالم زعجز و افتقار · دائما بر آستانِ ایں کبار
خوشه چینِ خرمنِ اهلِ دلم · خاکِ راه رهروانِ کاملم
از قبولِ حضرتِ صاحب کمال · برترم از هرچه اندیشد خیال

وَالسَّلَامُ عَلٰی من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفٰی۔
الحمد لله اولاً و اٰخراً والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله سرمداً محمدٍ وعلیٰ اٰله واصحابه ثانیاً وعلیٰ اولیائه دائماً ابداً برحمتك یا ارحم الراحمین۔

برنویس احوالِ پیرِ راه داں · پیر را بگزیں و عینِ راه داں
پیر را بگزیں که بے پیر ایں سفر · هست بس پُر آفت و خوف و خطر
آں رهے که بارها تو رفتۂ · بے قلاؤز اندراں آشفتۂ
پس رهے را که نه رفتستی تو هیچ · هیں مرو تنها ز رهبر سر مپیچ
هر که او بے مرشدے در راه شد · او ز غولاں گمره و در چاه شد
گر نباشد سایۂ پیر اے فضول · بس ترا سرگشته دارد بانگِ غول

غولت از رہ افگند اندر گزند ۔ از تو واہی تر دریں رہ بس ہمند

یار باید راہ را تنہا مرو از سر خود اندریں صحرا مرو

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید ہم بعونِ ہمت مرداں رسید

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

غائبانرا چوں چنیں خلعت دہند حاضراں از غائباں لاشک بہند

غائباں را چوں نوالہ می دہند پیشِ مہماناں چہ نعمتہا نہند

اللھم ارزقنی حبك وحب من ینفعنی حبہ عندك

اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما

تحب وصلے اللہ وسلم علی سیدنا محمد

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ کی تالیفات

★ عمدۃ السلوک : ہر دو حصہ یکجا مجلد

★ عمدۃ الفقہ : کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم کتاب الحج

★ زبدۃ الفقہ خلاصہ عمدۃ الفقہ : کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم کتاب الحج

★ حضرت مجدد الف ثانیؒ : حضرت مجددؒ کی زندگی کے ہر گوشہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

★ انوارِ معصومیہ : حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع اور مبسوط سوانح حیات۔

★ حیاتِ سعیدیہ : حضرت خواجہ محمد سعید قریشی احمد پوری کی سوانح حیات

★ طریقہ حج اور دعائیں : حج اور زیارات کی جامع اور مبسوط دعائیں اور طریقہ حج۔

★ گلدستہ مناجات۔ عربی، فارسی اور اردو منظوم مناجات کا مجموعہ۔

حضرت شاہ صاحب موصوف کے ترجمے

★ مبداؔ و معاد : حضرت مجددِ الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ فارسی معہ اردو ترجمہ

★ معارفِ لدنیہ : " " " " —

★ مکتوباتِ معصومیہ : حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات کا اردو ترجمہ

دفتر اول دفتر دوم دفتر سوم

ادارۂ مجددیہ ۔ ناظم آباد ۳ ۔ کراچی ۱۸